بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

تذکیر بالقرآن

Reflections from Qur'an

قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر

A Summary of Qur’anic Teachings

Part – 5

English - Urdu

حافظ محمد ابو بکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Seymour Road

London,

United Kingdom

Telephone: +44 7853099327

پارہ – 5

پانچواں پارہ سورہ النساء کی آیات 24 تا 147 پر مشتمل ہے۔

اہم تفسیری نکات

پہلا رکوع: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔24)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں میں نکاح کے احکامات، محرمات کی تفصیل، محصنات سے کیا مراد ہے؟ شرعی احکامات کے پیچھے حکمتیں، حقوق و فرائض، حقوق نکاح کی پابندی کرو۔(وآتوھنّ اجورھن بالمعروف)، تمہارا ہر عمل اللہ کے علم میں ہے(ان اللہ کان علیماً حکیماً)۔

نکاح کے احکامات

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔24)

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں۔۔۔۔النساء۔24

جن عورتوں سے نکاح ممنوع ہے انکا ذکر ہو رہا ہے۔پچھلی آیت (نساء۔23) میں نسبی، رضاعی اور سسرالی رشتے سے جو عورتیں مرد پر حرام ہیں ان کا ذکر آیا تھا۔

احصان سے کیا مراد ہے؟

یاد رہے کہ احصان اور احسان دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں۔

قرآن کریم میں احصان چار معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔1۔شادی۔2۔آزادی۔3۔پاکدامنی۔4۔اسلام۔

اس اعتبار سے محصنات کے چار مطلب ہیں 1۔شادی شدہ عورتیں ۔ 2۔پاکدامن عورتیں۔3۔آزاد عورتیں۔4۔مسلمان عورتیں۔یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

اس آیت (النساء۔24) میں بتایا جارہاہے کہ وہ عورت جو پہلے سے شادی شدہ ہو اس سے بھی نکاح حرام ہے۔جب تک کوئی عورت کسی شخص کے نکاح میں ہو، دوسرا شخص اس سے نکاح نہیں کرسکتا یعنی ایک عورت بیک وقت ایک سے زائد شوہر والی نہیں ہوسکتی۔ بعض معترضین اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب مردوں کو تعدد ازواج کی اجازت ہے تو عورت کو کیوں نہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو اسلام کے اس حکم میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس عورت کی اولاد کے بارے میں تعین کون کرے گا کہ وہ کس شوہر سے ہے۔ جب نسب ثابت نہیں ہوگا تو باہمی حقوق وفرائض اور اولاد کی ذمہ داری کس پر عائد کی جائے گی؟ وراثت کے مسائل پیدا ہونگے۔ معاشرتی لحاظ سے اولاد پر انگلیاں اٹھیں گی کہ ان کا والد کون ہے۔اسی طرح اولاد اور والدین کے حقوق کی ادائیگی سے وجود میں آنے والی رحمتوں سے پوراخاندان محروم رہے گا۔اس کے علاوہ بے شمار سماجی مسائل کی وجہ سے عورت کیلئے ایک وقت میں ایک سے زائد شوہر ہونا باعث مصیبت ہے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔24)

اللہ علیم اور داناہے۔

آیت کے اختتام پر یہ جملہ بڑھا کر ایک تو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ خبر ہے، احکام مذکورہ کی اگر کوئی شخص خلاف ورزی کرے تو اگرچہ اس کی خبر کسی اور کو نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو تو سب خبر ہے، اس سے ہر حال میں ڈرتے رہنا چاہئے۔

اور یہ بھی بتلایا کہ اس آیت میں جو احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں یہ سب کچھ حکمت پر مبنی ہیں، حکمت اس دقیق بات کو کہتے ہیں جو ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتی، حرمت وحلت کے احکام جو آیات میں مذکور ہیں ان کی علت کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ان کو ہر حال میں ماننا لازم ہے، کیونکہ اگر ہمیں علت یا وجہ معلوم نہیں تو اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے جو علیم اور حکیم ہے۔

دوسرا رکوع: يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ۔۔۔ (النساء۔26)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اسلامی احکامات کی وضاحت، معاشرتی اور سماجی مسائل کے بارے میں اسلام کی ہدایات، سلف صالحین کا طریقہ زندگی (وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ)، اللہ کو تمہاری توبہ پسند ہے (واللہ یرید ان یتوب علیکم)، اللہ تمہارے لئے آسان احکامات چاہتا ہے (يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ)، انسان طبعاً عبادات کیلئے سست ہے

(خلق الانسان ضعیفاً)۔ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔(لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ)،اسلام میں بزنس، تجارت اور مزدوری کی اہمیت۔حلال وپاکیزہ کمائی کی شرائط،اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کبیرہ گناہوں سے بچنے کی خصوصی تاکید، کبیرہ گناہ سے کونسے گناہ مراد ہیں، مرد اور عورت کا اجر برابر، عورت اپنی آمدن اور کمائی کی مکمل حقدار(وللنساء نصيب مما اكتسبن)۔

احکامات کی وضاحت

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (النساء۔26)

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے واضح احکام بیان کردے اور اُنہی طریقوں پر تمہیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے نیک لوگ کرتے تھے اور تمہاری توبہ قبول کرلے اور وہ علیم بھی ہے اور دانا بھی۔النساء۔26

Clear instructions

It is Allah's Will to make things clear to you, guide you to the ⌜noble⌝ ways of those before you, and turn to you in mercy. For Allah is All-Knowing, All-Wise. (4:26)

اس سورت کے آغاز سے یہاں تک جو ہدایات دی گئی ہیں، اور اس سے پہلے سورۃ بقرہ میں معاشرتی اور سماجی مسائل سے متعلق جو ہدایات دی جاچکی ہیں، ان سب کی طرف بحیثیت مجموعی اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ معاشرت، اخلاق اور تمدن کے وہ اصول و قوانین ہیں جن پر قدیم ترین زمانہ سے ہر دور کے انبیاءؑ اور ان کے صالح پیروکار عمل کرتے چلے آئے ہیں، اور یہ اللہ کی عنایت و مہربانی ہے کہ وہ تم کو جاہلیت کی حالت سے نکال کر صالحین کے طریقہ زندگی کی طرف تمہاری رہنمائی کررہا ہے۔

اللہ کو تمہاری توبہ پسند ہے

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا۔(النساء۔27)

اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے مگر جو لوگ خود اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے دور ہو جاؤ۔النساء۔27

Allah wants to accept your repentance

And Allah indeed wants to turn graciously towards you; but those who follow their lusts and desires would want you to deviate from the right path. (4:27)

عرب کے جاہل معاشرے میں اسلام نے معاشرتی اور خاندانی نظام کی اصلاح کیلئے کئی اصلاحات کیں۔ قدامت پرستوں کو یہ اصلاحات سخت ناگوار گذریں جو صدیوں سے جاری رسوم ورواج اور تعصبات کے خلاف کی جا رہی تھیں۔ وراثت میں عورتوں کا حصہ، بیوہ عورت کا سسرال کی بندشوں سے رہائی پانا، بالغ عورت بالخصوص مطلقہ یا بیوہ کا عدت کے بعد اپنی مرضی سے نکاح کا اختیار ہونا، سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہونا، دو بہنوں کے ایک ساتھ نکاح میں جمع کیے جانے کو ناجائز قرار دینا۔ اسی طرح ایک جاہلانہ روایت یہ بھی تھی کہ لوگ حائضہ عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے تھے اور نہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ عورت کو مخصوص ایام میں بالکل ناپاک سمجھا جاتا تھا، نہ اس کا پکایا ہوا کھانا کھاتے، نہ اس کے ہاتھ کا پانی پیتے، نہ اس کے ساتھ اکھٹے بیٹھتے بلکہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھو جانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ عورتوں کو مخصوص ایام میں ایک لحاظ سے اچھوت سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح بعض دوسرے مذاہب میں بھی عورتوں کے مخصوص ایام میں ان کو نہ صرف ایک قابل نفرت چیز سمجھا جاتا تھا بلکہ ان سے ہر لحاظ سے معاشرتی بائیکاٹ کیا جاتا تھا۔ یہی رواج مدینہ کے انصار میں بھی چل پڑا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا جس کے جواب میں حیض سے متعلق احکام نازل ہوئے جو سورۃ بقرہ رکوع 28 میں گذر چکے ہیں جن میں اسلام نے سوائے جماع کے حائضہ عورتوں سے تمام معاشرتی تعلقات کو جائز قرار دیا۔ البتہ عبادات کے حوالے سے عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حیض کی حالت میں نماز، روزہ وغیرہ سے مستثنیٰ ہیں۔ جب اسلام کے ایسے عادلانہ احکامات نازل ہوئے تو جاہلانہ روایات کے علمبرداروں میں شور اور افراتفری مچ گئی۔ وہ کہنے لگے کہ یہ شخص تو قسم کھا کر بیٹھا ہے کہ جو جو کچھ ہمارے ہاں حرام ہے اسے حلال کر کے رہے گا اور جس جس چیز کو ہم ناپاک کہتے ہیں اسے پاک قرار دے گا۔ شرارت پسند لوگ ان باتوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ اور آپ کی دعوت و اصلاحی کام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے پھرتے تھے۔ مثلاً جو شخص کسی ایسے نکاح سے پیدا ہوا تھا جسے اب اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے اس کو یہ کہہ

کر اشتعال دلایا جاتا تھا کہ لیجیے، آج جو نئے احکام آئے ہیں ان کی رو سے آپ کی ماں اور آپ کے باپ کا تعلق ناجائز ٹھیرا دیا گیا ہے۔اس طرح یہ نادان لوگ اس اصلاح کے کام میں رکاوٹیں ڈال رہے تھے جو اس وقت اسلامی احکامات کے تحت انجام دیا جا رہا تھا۔

اللہ تمہارے لئے آسان احکامات چاہتا ہے

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ (النساء۔28)

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

Allah wants to make things easy for you

And it is Allah's Will to lighten your burdens, for humankind was created weak. (4:28)

پھر فرمایا: يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ:

یعنی اللہ پاک تم پر آسانیاں، تخفیف اور ہلکے احکام کا ارادہ فرماتے ہیں، تمہاری دقتیں دور کرنے کے لئے نکاح کے بارے میں ایسے نرم احکام دیئے جن پر سب عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔نکاح کو آسان رکھا گیا۔مہر کے بارے میں طرفین کو باہمی رضا مندی سے طے کرنے کا اختیار دیا۔

پھر فرمایا: خلق الانسان ضعیفاً۔ یعنی انسان خلقی طور پر ضعیف ہے، اگر اسے بالکل ہی عورتوں سے دور رہنے کا حکم دیا جاتا تو اطاعت اور فرمانبرداری کرنے سے عاجز رہ جاتا، اس کے عجز و ضعف کے پیش نظر اسے نکاح کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ ترغیب دی گئی، اور نکاح کے نتیجے میں فیملی لائف قائم ہوتی ہے، آپس میں جو ایک دوسرے کو نفس اور نظر کی پاکیزگی کا نفع، اولاد جیسی نعمت اور دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں ان سے زوجین اور خاندانی نظام کو تقویت پہنچتی ہے، پس نکاح انسانی کمزوریوں کو دور کرنے کا باہمی معاہدہ اور ایک بے مثال طریقہ ہے۔

دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۗ۔۔۔(النساء۔29)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے۔۔۔

Unlawful transactions

O you who have believed, do not consume one another's wealth unjustly but only [in lawful] business by mutual consent. (4:29)

Mutual consent in financial transactions means that the exchange should be free from any pressure, fraud and deception.
The expression 'unjustly' embraces all transactions which are opposed to righteousness, and which are either legally or morally forbidden.

سورۃ نساء کے آغاز میں تمام انسانوں کا ایک ماں باپ سے پیدا ہونا اور سب کا ایک رشتہ اخوت میں جڑا رہنا بیان فرما کر عام انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ادائیگی کی طرف اجمالی اشارہ فرمایا، پھر یتیموں اور عورتوں کے حقوق کا تفصیلی بیان آیا، پھر میراث کے احکام کا بیان ہوا، جس میں یتیموں، عورتوں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تاکید آئی، اس کے بعد نکاح کے احکام آئے کہ کس عورت سے نکاح جائز ہے کس سے درست نہیں کیونکہ نکاح ایک ایسا معاملہ اور معاہدہ ہے جس سے دوسرے کے جسم اور مال میں تصرف کرنے کا کسی کو حق ملتا ہے۔

مذکورہ آیت میں عام انسانوں کے جان و مال کی حفاظت اور ان میں ہر ناجائز تصرف کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، خواہ وہ انسان مرد ہوں یا عورتیں اور عزیز رشتہ دار ہوں یا غیر یہاں تک کہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم سب کی جان، مال، عزت کا احترام ضروری ہے۔

بِالْبَاطِلِ میں دھوکا، فریب، جعل سازی، ملاوٹ، جھوٹ کے علاوہ ایسے تمام کاروبار اور مالی لین دین بھی شامل ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔ اس ممانعت میں تجارتی دھوکہ بھی شامل ہے۔ ابن جریر کی مرفوع حدیث میں ہے تجارت ایک دوسرے کی رضامندی سے ہی لین دین کرنے کا نام ہے گویا کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو تجارت کے نام سے دھوکہ دے۔ اسی طرح ممنوع اشیاء اور ممنوع کاروبار کرنا بھی باطل میں شامل ہے مثلاً منشیات، جوا وغیرہ۔ حرام اور ناجائز چیزوں کا

کاروبار باہمی رضامندی کے باوجود ناجائز ہی رہے گا۔ اسی طرح وہ تمام طریقے جو شرعاً و اخلاقاً ناجائز ہوں۔ باہمی لین دین سے مراد یہ ہے کہ آپس میں مفاد و منافع کا تبادلہ ہونا چاہیے جس طرح تجارت، کاروبار، بزنس وغیرہ میں ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی ضروریات فراہم کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور وہ اس کا معاوضہ دیتا ہے۔ آپس کی رضامندی سے مراد یہ ہے کہ لین دین نہ تو کسی ناجائز دباؤ سے ہو اور نہ فریب و دھوکے سے۔ جعلسازی اور فریب کے کاروبار میں بھی بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر اس غلط فہمی کی بنا پر ہوتی ہے کہ اندر جعل و فریب نہیں ہے۔ اگر فریق ثانی کو معلوم ہو کہ تم اس سے دھوکہ یا فریب کر رہے ہو تو وہ ہرگز اس پر راضی نہ ہو۔

تجارت کے معنی عام طور پر صرف خرید و فروخت کے لئے جاتے ہیں، مگر تفسیر مظہری میں اجارہ یعنی ملازمت و مزدوری اور کرایہ کے معاملات کو بھی تجارت میں داخل قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ بیع میں تو مال کے بدلہ میں مال حاصل کیا جاتا ہے اور اجارہ میں محنت و خدمت کے بدلہ میں مال حاصل ہوتا ہے، لفظ تجارت ان دونوں کو حاوی ہے۔

جس طرح باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھانا جائز نہیں اسی طرح خود اپنا مال بھی باطل طریقے سے خرچ کرنا جائز نہیں۔ مثلاً اسراف اور گناہ کے کاموں پر خرچ کرنا وغیرہ۔ (بحوالہ تفسیر بحر محیط۔ ابن حیان)

آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کا مال ناجائز طریقے سے کھانا حرام ہے، لیکن اگر رضامندی کے ساتھ جائز اور حلال طریقے سے مالی لین دین کر کے دوسرے کا مال حاصل کیا جائے تو وہ جائز ہے۔ اسلام میں دوسروں کا مال حاصل کرنے کے ان تمام ذرائع کی ممانعت ہے جو شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً ناجائز ہوں۔

اسلام میں بزنس اور محنت مزدوری کی اہمیت

کسب معاش کے ذرائع میں تجارت اور محنت سب سے افضل ہے۔ دوسرے کا مال حاصل کرنے کی جائز صورتوں میں سے اس آیت میں صرف تجارت کے ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسب معاش کے ذرائع میں سے تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعہ معاش ہے۔

حدیث: حضرت رافع بن خدیج ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی حلال و طیب ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر سچی خرید و فروخت (یعنی ایسا بزنس اور تجارت جس میں جھوٹ و فریب نہ ہو)۔

حدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

حدیث: حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہو گا۔

پاکیزہ کمائی کی خاص شرائط

حدیث: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ پاک کمائی تاجروں کی کمائی ہے، بشرطیکہ وہ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، اور جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کریں اور جب کوئی سامان خریدیں تو اس کو بلاوجہ ناقص اور خراب نہ کہیں اور جب اپنا سامان فروخت کریں تو (حقیقت کے خلاف) اس کی تعریف نہ کریں اور جب ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو اس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں اور جب ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو اس کو تنگ نہ کریں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز تاجر لوگ فاجروں، گنہگاروں کی صف میں ہوں گے سوائے اس شخص کے جو اللہ سے ڈرے اور نیکی کا معاملہ کرے اور سچ بولے۔

اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت میں نہ ڈالو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (النساء-29)

اور اپنے آپ کو (اور دوسروں کو بھی) ہلاکت میں نہ ڈالو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

Don’t harm yourself or others

And do not kill ˹each other or˺ yourselves. Surely Allah is ever Merciful to you. (4:29)

Consuming wealth of others by wrongful means has destructive consequences in this life and in the Next Life. Taken as an independent statement, it can mean either that one should not kill or harm others or that one should not kill or harm oneself.

آیت کے اس حصے کو اگر پچھلے جملے کی تکمیل سمجھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھانا خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ دنیا میں اس سے نظام معاشرت خراب ہوتا ہے اور اس کے برے نتائج سے حرام خور آدمی خود بھی نہیں بچ سکتا۔

اور اگر اسے الگ جملہ سمجھا جائے تو اس سے مراد خودکشی بھی ہو سکتی ہے جو کبیرہ گناہ ہے اور ارتکاب معصیت بھی جو ہلاکت کا باعث ہے اور قتل ناحق بھی یعنی کسی معصوم انسانی جان کو قتل کرنا۔ کیونکہ اپنے جیسے کسی انسان کا قتل کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے اپنے آپ کو قتل کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے جامع الفاظ استعمال کئے ہیں اور ترتیب کلام ایسی رکھی ہے کہ اس سے یہ تینوں مفہوم نکلتے ہیں اور تینوں صحیح ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا: آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے، تمہارا خیر خواہ ہے، تمہاری بھلائی چاہتا ہے، اور یہ اس کی مہربانی ہی ہے کہ وہ تم کو ایسے کاموں سے منع کر رہا ہے جن میں تمہاری اپنی بربادی ہے یعنی جو احکام اس آیت میں دیئے گئے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق نہ کھاؤ یا کسی کو ناحق قتل نہ کرو، یہ سب احکام تمہارے حق میں رحمت خداوندی ہیں تاکہ تم ان کاموں کے اخروی وبال سے بھی محفوظ رہو اور ان کے دنیوی نقصانات سے بھی۔

سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہ

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اجتنبو السبع الموبقات۔۔۔ سات تباہ کرنے والی چیزوں سے بچو:

1۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا

2۔ جادو کرنا

3۔ کسی انسانی جان کو ناحق قتل کرنا۔

4۔ سود کھانا۔

5۔ یتیم کا مال کھانا۔

6۔ جنگ کے دن بھاگ جانا

7۔ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانا جو گناہ سے بے خبر ہوں۔ (البیہقی)

قتل ناحق کی سزا

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ (النساء۔30)

اور جو کوئی تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اسے آتش (دوزخ) میں ڈال دیں گے، اور یہ اللہ کیلئے کوئی مشکل نہیں۔

The punishment of taking innocent lives

And whoever does that in aggression and injustice, We shall make him suffer Fire. That is not difficult for Allah. (4:30)

آیت میں ارشاد فرمایا:ومن یفعل ذلک عدوانا ظلماً فسوف نصلیہ ناراً۔

یعنی قرآنی ہدایت کے باوجود اگر کوئی شخص اس کی خلاف ورزی کرے اور جان بوجھ کر ظلم اور سرکشی کی راہ سے کسی کا مال ناحق لے لے یا کسی بے گناہ کی جان لے لے تو ہم عنقریب اس کو جہنم میں داخل کریں گے........تعدی اور ظلم کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر سہو و نسیان یا خطا سے ایسا ہو گیا تو اس کے احکام مختلف ہیں۔

کبیرہ گناہوں سے بچنے کی خصوصی تاکید

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔ (النساء۔31)

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔

Avoiding Major Sins

If you avoid the major sins forbidden to you, We will remove from you, your ˹lesser˺ misdeeds and admit you into a place of honour. (4:31)

اس آیت سے پہلی آیات میں چند بڑے بڑے گناہوں کا ذکر اور ان میں مبتلا ہونے والوں پر شدید عذاب کا بیان ہے۔ قرآن کریم کا مخصوص انداز بیان یہ ہے کہ جب کسی جرم پر سزا سے ڈرایا جاتا ہے جسے ترہیب کہتے ہیں تو اس کے ساتھ ترغیب کا پہلو بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس جرم سے باز آئے گا اس کے لئے یہ انعامات و درجات ہیں۔

اس آیت میں بھی ایک خاص انعام خداوندی کی ترغیب دی گئی ہے وہ یہ کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچ گئے تو تمہارے چھوٹے گناہوں کو ہم خود معاف کر دیں گے اور اس طرح تم ہر طرح کے بڑے چھوٹے صغیرہ و کبیرہ گناہوں

سے پاک وصاف ہو کر عزت وراحت کے اس مقام میں داخل ہو سکو گے جس کا نام جنت ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا نامہ اعمال بڑے جرائم سے خالی ہو تو چھوٹی خطاؤں کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے آؤ گے تو پھر جو مقدمہ تم پر قائم کیا جائے گا اس میں چھوٹی خطائیں بھی گرفت میں آجائیں گی۔

کبیرہ گناہوں سے کیا مراد ہے؟

What are Major Sins?

گناہوں کے مفاسد، برے نتائج اور مضر ثمرات کے اعتبار سے ان کے درمیان فرق ضروری ہے۔ اس فرق کی وجہ سے کسی گناہ کو کبیرہ اور کسی کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔ کبیرہ گناہ سے مراد ہر وہ گناہ جس پر قرآن وحدیث میں سخت وعید یا ممانعت آئی ہے یا ہر وہ کام جس سے اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے بطور تحریم منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں صغیرہ گناہوں پر اصرار و مداومت بھی صغیرہ گناہوں کو کبائر بنا دیتی ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بڑے گناہ اور چھوٹے گناہ میں اصولی فرق کیا ہے۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین چیزیں ہیں جو کسی فعل کو گناہ کبیرہ یا بڑا گناہ بناتی ہیں:

1۔ کسی کی حق تلفی: چاہے وہ اللہ کا حق ہو، والدین، بیوی، اولاد، دوسرے عام انسان یا خود اپنا نفس۔ پھر جس کا حق جتنا زیادہ ہے اسی قدر اس کے حق کو تلف کرنا زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اسی بنا پر گناہ کو ظلم، زیادتی یعنی حد سے گذرنا بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ اللہ سے بے خوفی اور اس کے مقابلہ میں استکبار، جس کی بنا پر آدمی اللہ کے امر و نہی کی پروا نہ کرے اور نافرمانی کے ارادے سے قصداً وہ کام کرے جس سے اللہ نے منع کیا ہے، اور عمداً ان کاموں کو نہ کرے جن کا اس نے حکم دیا ہے۔ یہ نافرمانی جس قدر زیادہ ڈھٹائی، بے خوفی کی کیفیت اپنی اندر لیے ہوئے ہوگی اسی قدر گناہ بھی شدید ہوگا اسی معنی کے لحاظ سے گناہ کے لیے فسق اور معصیت کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

3۔ روابط کو توڑنا اور تعلقات کو بگاڑنا جن کے وصل واستحکام اور درستگی پر انسانی زندگی کا امن منحصر ہے، خواہ یہ روابط بندے اور رب کے درمیان ہوں یا ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان۔ پھر جو رابطہ جتنا زیادہ اہم ہے اور جس کے کٹنے سے امن کو جتنا زیادہ نقصان پہنچتا ہے اسی قدر اس کو توڑنے اور کاٹنے اور خراب کرنے کا گناہ زیادہ بڑا ہے۔

اللہ ربّ العالمین، نیک اعمال کرنے پر گناہ معاف بھی فرماتے ہیں:

کچھ گناہ وضو سے معاف فرمادیتے ہیں۔

کچھ گناہ مسجد کی طرف چل کر آنے سے معاف فرمادیتے ہیں۔

کچھ گناہ نماز پڑھنے سے معاف کر دیتے ہیں۔

کچھ گناہ جمعہ پڑھنے سے معاف فرمادیتے ہیں۔

رمضان میں صیام و قیام پچھلے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

حج اپنے ماقبل گناہوں کو معاف کروادیتا ہے۔

لیکن یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبۃ النصوح یعنی سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ وہ گناہ جن میں دوسرے بندوں کی حق تلفی شامل ہو وہ بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک بندے معاف نہ کریں۔

حدیث: صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر اگر توبہ اور استغفار کرلیا تو یہ نقطہ مٹادیا جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کی تو یہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ جیسا قرآن میں ہے: كلا بل ران علىٰ قلوبهم۔ یعنی ان کے دلوں پر زنگ لگادیا گیا ان کے بداعمال کی وجہ سے۔ (41:38)

کبیرہ گناہوں میں کون سے گناہ شامل ہیں؟

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں بھی جو سب سے بڑے ہیں (اکبر الکبائر) وہ تین ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

2۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

3۔ جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا۔ (بخاری، مسلم)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

یتیم کا مال ناجائز طریق پر کھانا۔

سود کی آمدنی کھانا۔

میدان جنگ سے راہ فرار۔

پاکدامن عورتوں پر جھوٹے الزامات لگانا۔

بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا۔

دوسری روایات حدیث میں:

جھوٹی قسم کھانا۔

بدکاری۔

اپنی ضرورت سے زائد پانی کو روک رکھنا اور دوسرے ضرورت مندوں کو نہ دینا۔

جادو سیکھنا۔

جادو کا عمل کرنا۔

شراب نوشی۔

بعض روایات حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کے عذاب و سزا سے بے فکر و بے خوف ہو جانا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے کہ چند آدمی جنت میں نہ جائیں گے شرابی، ماں باپ کا نافرمان، رشتہ داروں سے بلاوجہ قطع تعلق کرنے والا، احسان جتلانے والا جنات شیاطین یا دوسرے ذرائع سے غیب کی خبریں بتانے والا، دیوث، یعنی اپنے اہل و عیال کو بے حیائی سے نہ روکنے والا۔ (مسند احمد، نسائی)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خائب و خاسر ہوئے اور تباہ ہو گئے اور تین دفعہ اس کلمہ کو دہرایا حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ محروم القسمتہ اور تباہ و برباد کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا:

ایک وہ شخص جو تکبر کے ساتھ پاجامہ یا تہبند یا کرتہ اور عباء کو ٹخنے سے نیچے لٹکاتا ہے۔

دوسرے وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر کے احسان جتلائے۔

تیسرے وہ آدمی جو بوڑھا ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو۔

چوتھے وہ آدمی جو بادشاہ یا با اختیار فرد ہونے کے باوجود جھوٹ بولے۔

پانچویں وہ آدمی جو عیال دار ہونے کے باوجود تکبر کرے۔

چھٹے وہ آدمی جو کسی امام کے ہاتھ پر محض دنیا کی خاطر بیعت کرے۔ (مسلم)

صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ چغلی کھانے والا جنت میں نہ جائے گا۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالیاں دے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی ماں باپ کو گالی دینے لگے؟ فرمایا کہ ہاں! جو شخص کسی دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دیتا دیتا ہے اس کے نتیجہ میں وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دی ہوں، کیونکہ یہی ان گالیوں کا سبب بنا ہے۔(بخاری، مسلم)

مرد اور عورت اجر میں برابر

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُلِّ شَىءٍ عَلِيمً ۔(النساء-32)

اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو ان کاموں کا اجر ہے جو انھوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کا اجر ہے جو انھوں نے کیے اور اللہ سے اس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

And do not crave what Allah has given some of you over others. Men will be rewarded according to their deeds and women ˹equally˺ according to theirs. Rather, ask Allah for His bounties. Surely Allah has ˹perfect˺ knowledge of all things. (4:32)

This verse embodies a very important directive. By heeding it, man would be able to achieve a great measure of peace and tranquillity. God has not created all humans same. Some are males some are females. Some are white some are black. Some are physically strong others are weak. Some have sound limbs others have inherent deformities. Some possess outstanding physical and mental abilities while others lack them. Some are born in favourable circumstances and others not. Some have been endowed with more resources than others. It is this

diversity which gives variety to human civilization, and hence serves a useful purpose. Whenever man superimposes distinctions of his own over and above this natural diversity, he disrupts the natural order of things and paves the way for imbalance. Likewise, when anyone attempts to obliterate all differences between human beings, he in fact engages in a War against Nature. Man is naturally inclined to feel uneasy whenever he sees someone else ahead of him. This is the root of jealousy and envy and conflict. These feelings often obsess a person to such a degree that whenever fair means do not prove effective, he resorts to unfair means to achieve his ambitions. In the present verse, God directs us not to allow this kind of mentality to take hold of us. The import of the directive is that one should not yearn for the good that God has bestowed on others. One should rather pray to God to bestow upon one the good which is in one's best interests according to God's wisdom and knowledge.

The statement that 'men shall have a share according to what they have earned, and women shall have a share according to what they have earned' seems to mean that men and women shall have their shares of good and evil, depending on the good and evil they have earned in using the resources bestowed upon them by God.

شان نزول: اس آیت کی شان نزول میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مرد بہت سارے ایسے بیرونی امور مثلاً اللہ کی راہ میں جدوجہد اور دوسرے دینی امور میں حصہ لیتے ہیں جن سے ہم عورتیں محروم ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(بحوالہ ترمذی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ انسان یہ آرزو نہ کرے کہ کاش فلاں کا مال اور اولاد میرا ہوتا۔(بحوالہ ابن کثیر)

قرآن مجید کی یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ نے سب انسانوں کو الگ الگ خصوصیات سے نوازا ہے۔

اس آیت میں بڑی اہم اخلاقی ہدایت دی گئی ہے جسے اگر ملحوظ رکھا جائے تو اجتماعی زندگی میں انسان کو بڑا امن نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یکساں نہیں بنایا ہے بلکہ ان کے درمیان بیشمار حیثیتوں سے فرق رکھے ہیں۔ کسی کو مرد بنایا کسی کو عورت، کسی کو کالا، کسی کو گورا، کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت، کوئی سلیم الاعضا ہے اور کوئی پیدائشی طور پر جسمانی نقص لے کر آیا ہے، کوئی زیادہ ذہین ہے کوئی کم ذہین، کسی کو جسمانی قوت زیادہ دی ہے اور کسی کو کوئی اور صلاحیت، کسی کو بہتر حالات میں پیدا کیا ہے اور کسی کو بدتر حالات میں، کسی کو زیادہ وسائل دیے ہیں اور کسی کو کم، اسی فرق و امتیاز پر انسانی معاشرت کی بنیاد قائم ہے اور یہ عین مقتضائے حکمت ہے۔ جہاں سرے سے اس فرق کو مٹا دینے کے لیے فطرت سے جنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں ایک دوسری نوعیت کا فساد برپا ہوتا ہے۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ کسی دوسرے کو اپنے مقابلہ میں بڑھا ہوا دیکھے تو بے چین ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اجتماعی زندگی میں رشک، حسد، رقابت، عداوت، مزاحمت بڑھ جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو فضل اسے جائز طریقوں سے حاصل نہیں ہوتا اسے پھر وہ ناجائز تدبیروں سے حاصل کرنے پر اتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اسی ذہنیت سے بچنے کی ہدایت فرما رہا ہے۔ اس کے ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ جو فضل اس نے دوسروں کو دیا ہو اس کی تمنا نہ کرو، البتہ اللہ سے فضل کی دعا کرو، وہ جس فضل کو اپنے علم و حکمت سے تمہارے لیے مناسب سمجھے گا عطا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جو مختلف جسمانی قوت اپنی حکمت کے مطابق عطا کی ہے جس کی بنیاد پر وہ طاقتور کاموں میں حصہ لیتے ہیں یہ ان کے لئے قدرت کی طرف سے ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے الگ خصوصیات اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ عورتوں کی خصوصیات ان کا امتیاز ہیں۔ ان کو اپنے میدان میں اطاعت اور نیکی کے کاموں میں حصہ لینا چاہیے اور اپنے میدان میں وہ جو کچھ کمائیں گی، مردوں کی طرح ان کا پورا پورا صلہ انہیں ملے گا۔ اس کے علاوہ مرد اور عورت دونوں کو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے کیونکہ مرد اور عورت کے درمیان استعداد، صلاحیت اور قوت کا جو فرق ہے وہ تو قدرت کا ایک فیصلہ ہے جو محض آرزو سے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اللہ کے فضل سے کسب و محنت میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ اس معاملے میں کسی کو کسی پر مطلق فضیلت حاصل نہیں ہے۔ ان خصوصیات کے ہوتے ہوئے اصل اہمیت آخرت کے لیے کمائی کی ہے جس کا اصول سب کے لیے یکساں ہے۔ لہٰذا، ایک دوسرے میں موجود خصوصیات پر فریفتہ ہونے کے بجائے اللہ کے فضل کا طلب گار ہونا ہی مفید ہو سکتا ہے اور اس کے دروازے سب کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اللہ سے مانگنا اللہ کو بہت پسند ہے یاد رکھو سب سے اعلیٰ عبادت کشادگی اور وسعت و رحمت کا انتظار کرنا اور اس کی امید رکھنا ہے۔

آیت کا ایک اور مفہوم

اس آیت میں ان غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے جو دوسروں کو حاصل ہوں........وجہ یہ ہے کہ انسان جب اپنے آپ کو دوسروں سے مال ودولت، آرام وعیش، حسن وخوبی، علم وفضل وغیرہ میں کم پاتا ہے تو عادۃً اس کے دل میں ایک مادہ حسد کا ابھرتا ہے، جس کا تقاضا کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ میں بھی اس کے برابر یا زیادہ ہو جاؤں اور بسا اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی، کیونکہ بہت سے کمالات ایسے ہیں جن میں انسان کے سعی وعمل کو کوئی دخل نہیں وہ محض قدرت کے انعامات ہوتے ہیں۔ جس شخص کو یہ انعامات حاصل نہیں، وہ اگر عمر بھر اس کی کوشش کرے تو یہ اس کی قدرت میں نہیں، نہ کسی دوا اور علاج یا تدبیر سے وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکتا ہے اور جب دوسرے کی برابری پر قدرت نہیں ہوتی تو اب اس کے نفس میں یہ خواہش جگہ پڑتی ہے کہ دوسروں سے بھی یہ نعمت چھن جائے۔ یہ بذات خود ایک گھٹیا سوچ ہے اور دنیا کے بہت سے جھگڑوں، قتل وغارت اور فساد کا سبب ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت نے اس فساد کا دروازہ بند کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: ولاتتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہ تقاضائے حکمت و مصلحت جو کمالات وفضائل لوگوں میں تقسیم فرمائے ہیں کسی کو کوئی وصف دے دیا کسی کو کوئی، کسی کو کم کسی کو زیادہ، اس میں ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی اور خوش رہنا چاہئے، دوسرے کے فضائل وکمالات کی تمنا میں نہ پڑنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ اپنے لئے رنج وغم اور حسد کے گناہ عظیم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جس کو حق تعالیٰ نے مرد بنا دیا وہ اس پر شکر ادا کرے جس کو عورت بنا دیا وہ اسی پر راضی رہے اور سمجھے کہ اگر وہ مرد ہو جاتی تو شاید مردوں کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکتی اور گنہگار ہو جاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت پیدا کیا ہے وہ اس پر شکر گزار ہو کہ اس کو ایک نعمت ملی اور جو بدصورت ہے وہ بھی رنجیدہ نہ ہو اور سمجھے کہ میرے لئے اسی میں کوئی خیر مقدر ہو گی، اگر مجھے حسن وجمال ملتا تو شاید کسی فتنہ اور خرابی میں مبتلا ہو جاتا۔ جو شخص نسب یا معاشرتی لحاظ سے بہتر حالات میں پیدا ہوا وہ اس پر شکر کرے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور جس کو یہ حاصل نہیں وہ اس رنج میں مبتلا نہ ہو کیونکہ یہ چیز کسی کو کوشش سے حاصل ہونے والی نہیں تھی۔ یہ سوچ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے گی اور بجز رنج وغم کے کچھ حاصل نہ ہو گا بجائے نسب پر افسوس کرنے کے اعمال صالحہ کی فکر میں زیادہ پڑے، ایسا کرنے سے وہ بڑے نسب والوں سے بڑھ سکتا ہے۔

بعض آیات قرآنی اور ارشادات نبوی میں مسابقت فی الخیرات یعنی نیک کاموں میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کا حکم یا دوسروں کے فضائل وکمالات کو دیکھ کر ان کی تحصیل کے لئے سعی وعمل اور جدوجہد کی ترغیب آئی ہے تو

وہ ان اعمال وافعال سے متعلق ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں اور کسب واکتساب سے حاصل ہو سکتے ہیں، مثلاً علمی، عملی واخلاقی کمالات کسی کے اندر دیکھ کر ان کے حاصل کرنے کی جدوجہد مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے، یہ آیت اس کے منافی نہیں، بلکہ آیت کا آخری حصہ اس کی تائید کررہا ہے، جس میں ارشاد ہے: للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنسآء نصیب مما اکتسبن۔ یعنی جو کوئی چیز مردوں نے کسب وعمل کے ذریعہ حاصل کی ان کو اس کا حصہ ملے گا اور جو عورتوں نے سعی وعمل کے ذریعہ حاصل کی ان کو اس کا حصہ ملے گا۔ اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ فضائل وکمالات کی تحصیل میں کسب واکتساب اور جدوجہد بیکار نہیں، بلکہ ہر مرد وعورت کو اس کی سعی وعمل کا حصہ ضرور ملے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی شخص کے علمی، عملی، اخلاقی فضائل کو دیکھ کر ان کی تمنا اور پھر تمنا پوری کرنے کے لئے سعی وعمل اور جدوجہد کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔ یہاں ایک مغالطہ بھی رفع ہو گیا جس میں بہت سے ناواقف مبتلا ہوا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ایک طرف بعض لوگ غیر اختیاری فضائل کی تمنا میں لگ کر اپنے عیش وآرام اور سکون واطمینان کو دنیا میں ہی برباد کرلیتے ہیں، بعض دفعہ نوبت حسد تک پہنچ جاتی ہے یعنی دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا ہونے لگی تو آخرت بھی برباد ہوئی، کیونکہ حسد کے گناہ عظیم کا ارتکاب ہوا۔ اور دوسری طرف بعض وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی سستی کم ہمتی سے اختیاری فضائل حاصل کرنے کی بھی کوشش نہیں کرتے اور کوئی کہے تو اپنی کم ہمتی اور بے عملی پر پردہ ڈالنے کے لئے قسمت وتقدیر کے حوالے دینے لگتے ہیں کہ ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ یہ آیت ان دونوں رویّوں کی اصلاح کرتی ہے۔ اس آیت نے ایک حکیمانہ اور عادلانہ ضابطہ بتلا دیا کہ جو کمالات وفضائل غیر اختیاری ہیں اور ان میں انسان کا کسب وعمل موثر نہیں جیسے کسی کا امیر گھرانے میں پیدا ہونا یا حسین وخوبصورت صورت پیدا ہونا وغیرہ ایسے فضائل کو تو حوالہ تقدیر کرکے جس حالت میں کوئی ہے اسی پر اس کو راضی رہنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اس سے زائد کی تمنا بھی لغو، فضول اور نقد رنج وغم ہے۔ البتہ جو فضائل وکمالات اختیاری ہیں جو کسب وعمل سے حاصل ہو سکتے ہیں ان کی تمنا مفید ہے، بشرطیکہ تمنا کے ساتھ کسب وعمل اور جدوجہد بھی ہو اور اس میں اس آیت نے یہ بھی وعدہ کیا کہ سعی وعمل کرنے والے کی محنت ضائع نہ کی جائے گی بلکہ ہر ایک کو بقدر محنت حصہ ملے گا مرد ہو یا عورت۔

آیت کا دوسرا مطلب: مرد اور عورت اپنی کمائی اور آمدن کے مکمل حقدار

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ۔ (النساء۔31)

مرد اپنی آمدن اور کمائی کے حقدار، اسی طرح عورتیں اپنی آمدن اور کمائی کی مکمل حقدار ہیں۔

For men is a share of what they have earned, and for women is a share of what they have earned. (4:31)

تیسرا رکوع: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔34)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

حقوق الزوجین، عورت حقوق میں برابر مگر مرد کو قوام بنا گیا، فیملی لائف کے بارے میں ہدایات، مصالحت کی کوششیں اور اصلاح احوال، سول مقدمات میں آؤٹ آف کورٹ سیٹلمنٹ کا تصور، حقوق اللہ اور حقوق العباد، درس توحید، والدین کے حقوق، صلہ رحمی، یتیم و مساکین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، عارضی پڑوسی، ہمنشیں کے حقوق، اللہ مغرور و متکبر شخص کو پسند نہیں کرتا (ان اللہ لایحب من کان مختالاً فخوراً)، بخل کی مزمت (بخل فی العلم، بخل فی المال)، ریاکاری کی مذمت، ایمان و انفاق ہمیشہ فائدہ مند ہی ہوتا ہے نہ کہ نقصان دہ، اللہ نہ کسی کی حق تلفی کرتا ہے نہ کسی پر ظلم (ان اللہ لایظلم مثقال ذرہ)، ابلاغ دعوت کی گواہی (شہادت علیٰ الدعوۃ)،

عورت اور مرد برابر ہیں مگر مرد کو قوام بنایا گیا

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (النساء۔34)

مرد عورتوں کے قوام (محافظ و منتظم) ہیں ان فضیلتوں کی بنا پر جو اللہ نے بعض کو بعض پر دی ہیں۔ اور اس بنیاد پر کہ مرد معاشی کفالت کے ذمہ دار ہیں۔

Men are Caretakers of Women

Men are the protectors and maintainers of women, because Allah has made one of them to excel the other and tasked men to support women financially. (4:34)

A *qawwam* or *qayyim* is a person responsible for administering and supervising the affairs of either an

individual or an organization, for protecting and safeguarding them and taking care of their needs.

اس سورت (سوۃ نساء) میں اب تک عورتوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا تھا۔ گذر چکے ہیں، اس میں ان کی حق تلفی کی ممانعت بھی مذکور ہوئی۔ اب اس کے بعد مردوں کے حقوق کا ذکر ہو رہا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو وہ تمام انسانی حقوق دیئے جو مردوں کو حاصل ہیں، اگر عورتوں کے ذمہ کچھ فرائض مقرر کئے گئے تو مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق فرض کئے گئے۔ سورۃ بقرہ کی آیت میں ارشاد فرمایا: ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔(822:2)یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے ہی واجب ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں۔ اس میں دونوں کے حقوق کی مماثلت کا حکم دے کر جاہلیت کی تمام ظالمانہ رسموں کا خاتمہ کر دیا۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے حقوق صورت کے اعتبار سے بھی متماثل ہوں، بلکہ عورت پر ایک قسم کے کام لازم ہیں تو اس کے مقابل مرد پر دوسری قسم کے کام ہیں اور یہ ایک فطری ضرورت ہے کیونکہ جو فطری امور عورت انجام دے سکتی ہے وہ مرد انجام نہیں دے سکتا اور جو کام مرد کر سکتا ہے وہ عورت نہیں کر سکتی۔ اس فرق کی وجہ ان خصوصیات وصفات کا مختلف ہونا ہے جو اللہ نے مرد اور عورت کو مختلف عطا کی ہیں: بما فضل اللہ بعضھم علی بعض۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے انسان کے جسم میں دل اور جگر دو اہم اعضاء ہیں۔ ایک کا کام دوسرے سے مختلف ہے یا زیادہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے کی اہمیت کم یا ختم ہو گئی۔ وہ دونوں ایک ہی جسم کا حصہ ہیں اور اس جسم کو زندہ رکھنے کی کوشش میں برابر کے شریک ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ان کی اہمیت کو کم نہیں کرتا۔

مردوں کی فطری خصوصیات کی بنیاد پر فیملی لائف میں ان کا کردار مثلاً معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ، خاندان کی حفاظت وسرپرستی جیسی ذمہ داریاں دی گئیں۔ باہمی حقوق میں اختلاف واقع ہونے کی صورت میں آپس کے تصفیہ کا طریقہ کار اور حقوق ادا کرنے والوں کی فضیلت کا ذکر بھی ان آیات میں کیا جا رہا ہے۔

قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت ونگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ اس کا مطلب نگران یا کیئر ٹیکر کے بھی کیا جا سکتا ہے۔ آیت میں مرد کی قوامیت بمعنی شرف اور کرامت اور عزت نہیں ہے بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنی میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ نے طبعاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (یعنی عورت) کو نہیں دیں یا اس سے کم دی ہیں۔ اس بنا پر خاندانی نظام میں مرد ہی قوام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔

اس آیت میں مرد کی قوامیت کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں: ایک مردانہ صلاحیت ہے جس میں مرد عورت سے خلقی طور پر ممتاز ہے۔ دوسری وجہ معاشی ذمہ داری ہے جس کا مکلف شریعت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اسلام نے اس کی عفت وحیا اور اس کے تقدس وتحفظ کی خاطر اسے معاشی جدوجہد سے رخصت دی۔ ہاں اگر وہ خود معاشی میدان میں آنا چاہتی ہے تو اس کی اجازت بھی موجود ہے۔

حقوق الزّوجین

فیملی لائف کے حوالے سے ہدایات

میاں بیوی مصالحت کی کوشش اور اصلاح کے اصول

اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے نالاں ہوں تو کیا کیا جائے؟

اس صورتحال کا ایک حل اگلی آیت بتایا جارہا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ (النساء۔35)

اور اگر تمہیں کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت کر دے گا بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

What to do in marriage disputes?

If you anticipate a split between them, appoint a mediator from his family and another from hers. If they desire reconciliation, Allah will restore harmony between them. Surely Allah is All-Knowing, All-Aware. (4:35)

Whenever the relationship between a husband and a wife starts to break down, an attempt should first be made to resolve the dispute at the family level, before it is aggravated and leads to the disruption of the matrimonial

tie. The procedure to be followed is that two persons, one on behalf of each family, should be nominated to look into the matter together and devise means whereby the misunderstanding between the spouses may be brought to an end.

اس آیت میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جہاں میاں اور بیوی میں ناموافقت ہو جائے وہاں نزاع سے انقطاع تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے گھر میں ہی اصلاح کی کوشش کر لینی چاہیے۔ ہر جھگڑے میں صلح ہونے کا امکان رہتا ہے بشرطیکہ فریقین بھی صلح پسند ہوں اور مصلحین بھی چاہتے ہوں کہ فریقین میں کسی طرح صفائی ہو جائے۔

نکاح کے ذریعے دو اجنبی افراد ملتے ہیں اور پوری زندگی ایک ساتھ گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان مزاجی ہم آہنگی ہونا ضروری ہے۔ رشتہ طے کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمارے سماج میں عموماً کفو کے نام پر صرف ذات برادری دیکھی جاتی ہے اور مال داری کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے، دیگر پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نکاح کے بعد معمولی معمولی باتوں پر ٹکراؤ ہوتا ہے، تنازعات سر ابھارتے ہیں اور ازدواجی رشتے میں خوش گواری باقی نہیں رہتی۔ لیکن جب نکاح ہو جائے تو زوجین میں سے ہر ایک کو رشتہ نبھانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں مردوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيْرا۔ (النساء:19) ان (عورتوں) کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

میاں بیوی میں مصالحت کی ایک تدبیر یہ بتائی جا رہی ہے کہ میاں اور بیوی میں سے ہر ایک کے خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض کے لیے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اسباب اختلاف کی تحقیق کریں اور پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ یہ پنچ یا ثالث مقرر کرنے والا کون ہو؟ اس سوال کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تا کہ اگر زوجین خود چاہیں تو اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی ایک ایک آدمی کو اپنے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لیے منتخب کر لیں، ورنہ دونوں خاندانوں کے بزرگ اصلاح احوال کی کوشش کریں۔ اس کوشش کا کیا فائدہ ہو گا؟ اس آیت کے آخر میں ایک جملہ ارشاد فرمایا گیا: اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ یعنی اگر یہ ثالث لوگ اصلاح احوال اور صلح و مصالحت کا ارادہ کرینگے اور اس کیلئے سنجیدہ کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک کام میں برکت عطا فرمائیں گے اور میاں بیوی میں اتفاق پیدا کر دیں گے۔

قرآن کریم کی اس تعلیم سے لوگوں کے باہمی تنازعات اور دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا آغاز اور ان کے حل کیلئے ایک مفید اضافہ ہوا، جس کے ذریعہ عدالت و حکومت تک پہنچنے سے پہلے ہی بہت سے مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ دور جدید کی اصطلاح میں اس کو آوٹ آف کورٹ سیٹلمنٹ بھی کہا کہتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں یہ فرمان جاری کیا تھا کہ خاندانی مقدمات کو انہیں میں واپس کر دو تاکہ وہ خود آپس میں صلح کی صورت نکال لیں کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں کینہ وعداوت پیدا ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ فقہائے حنفیہ میں سے قاضی علاء الدین طرابلسی نے اپنی کتاب معین الحکام میں اور ابن سحنہ نے لسان الحکام میں اس فرمان فاروقی کو ایسے ثالثی فیصلوں کی خاص بنیاد بنایا ہے جن کے ذریعہ فریقین کی رضامندی سے صلح کی کوئی صورت نکالی جائے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ فاروقی فرمان میں یہ حکم رشتہ داروں کے باہمی جھگڑوں سے متعلق ہے، مگر اس کی جو علت و حکمت اسی فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلے دلوں میں کدورت پیدا کر دیا کرتے ہیں، یہ حکمت رشتہ دار اور غیر رشتہ داروں میں عام ہے کیونکہ باہمی کدورت اور عداوت سے سب کو بچانا چاہئے، اس لئے حکام اور قضاۃ کے لئے مناسب یہ ہے کہ مقدمات کی سماعت سے پہلے اس کی کوشش کر لیا کریں کہ کسی صورت سے ان کے آپس میں رضامندی کے ساتھ مصالحت ہو جائے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں۔ کچھ فقہاء کہتے ہیں کہ یہ ثالث فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، البتہ تصفیہ کی جو صورت ان کے نزدیک مناسب ہو اس کے لیے سفارش کر سکتے ہیں، ماننا یا نہ ماننا زوجین کے اختیار میں ہے۔ دوسرے فقہاء کے نزدیک ثالثوں کو موافقت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے مگر علیحدگی کا فیصلہ وہ نہیں کر سکتے۔ البتہ معاملہ عدالت پہنچنے اور فریقین کا کسی تصفیہ پر راضی نہ ہونے کی صورت میں مجاز عدالت کو اختیار ہے کہ وہ معاملے کو ختم کرنے کیلئے کوئی فیصلہ کر سکتی ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلوں کی جو مثالیں ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات مصلحین کو مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے ان کو حاکمانہ اختیارات دے دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ کا مقدمہ جب حضرت عثمانؓ کی عدالت میں پیش ہوا تو انہوں نے شوہر کے خاندان میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور بیوی کے خاندان میں سے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کو ثالث مقرر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ دونوں کی رائے میں ان کے درمیان تفریق کر دینا ہی مناسب ہو تو تفریق کر دیں۔ اسی طرح ایک مقدمہ میں حضرت علیؓ نے حَکَم مقرر کیے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہے ملا دیں اور چاہیں جدا کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ثالثین یا مصلحین بطور خود تو عدالتی اختیارات نہیں رکھتے۔ البتہ اگر عدالت ان کو مقرر کرتے وقت انہیں اختیارات دے دے تو پھر ان کا فیصلہ ایک عدالتی فیصلہ ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان دو آیات میں انسان کی ازدواجی اور خاندانی زندگی کیلئے جامع اور حکمت پر مبنی ہدایات ارشاد فرمائی گئیں کہ اگر اس پر پورا عمل ہو جائے تو دنیا کے اکثر جھگڑے اور تنازعات آپس میں ہی مٹ جائیں، مرد اور عورتیں سب مطمئن ہو کر اپنی ازدواجی زندگی کو ایک جنت کی زندگی کی طرح محسوس کریں اور گھریلو جھگڑے کم سے کم ہوں۔ ان ہدایات کا ایک خلاصہ نیچے دیا جارہا ہے:

1۔ گھر کا جھگڑا گھر ہی میں تدریجی تدبیروں کے ساتھ چکا دیا جائے۔

2۔ یہ صورت ممکن نہ رہے تو ثالث کے ذریعے ان میں مصالحت کرادیں تاکہ گھر میں نہیں تو خاندان ہی کے اندر محدود رہ کر جھگڑا ختم ہو سکے۔

3۔ جب یہ بھی ممکن نہ رہے تو آخر میں معاملہ عدالت تک پہنچے، وہ دونوں کے حالات و معاملات کی تحقیق کر کے عادلانہ فیصلہ کرے۔

آخر آیت میں: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ فرما کر منصف اور جج کو بھی متنبہ فرمادیا کہ تم کوئی زیادتی یا ناانصافی کروگے تو تم کو بھی ایک علیم و خبیر ذات کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ۚ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا۔ (النساء۔36)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور قریبی پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں (مثلاً خادم، ملازمین وغیرہ) سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

Rights of Allah and rights of people

Worship Allah ˹alone˺ and associate none with Him. And be kind to parents, relatives, orphans, the poor, near and

distant neighbours, close friends, ˹needy˺ travellers, and those ˹bondspeople˺ in your possession. Surely Allah does not like whoever is arrogant, boastful— (4:36)

سورۃ نساء میں حقوق العباد کا اہتمام سے ذکر ملتا ہے، شروع سورت سے یہاں تک عام انسانی حقوق کی اہمیت کا اجمالی تذکرہ فرمانے کے بعد یتیموں اور عورتوں کے حقوق کا اہتمام اور ان میں کوتاہی پر سزا، وعید اور ان دونوں یعنی بچوں اور عورتوں کے ساتھ ماضی میں ظلم روا رکھا گیا اور ظالمانہ رسمیں اختیار کی گئیں ان کی اصلاح کی گئی۔ پھر وراثت کے حقوق کا بیان آیا ہے، اس کے بعد والدین اور دوسرے رشتہ داروں اور تعلق داروں اور پڑوسیوں اور عام انسانوں کے حقوق کا کچھ تفصیلی بیان آ رہا ہے اور چونکہ ان حقوق کو وہی شخص صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے جو خوف خدا اور خوف آخرت رکھتا ہو، اس لئے ان آیات میں حقوق اللہ کی تاکید فرمائی گئی اور اس کے بعد مزید حقوق العباد کا ذکر کیا گیا۔ اسی حکمت کے پیش نظر حقوق العباد سے پہلے اللہ کی عبادت کا ذکر کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے حقوق کا خیال نہ ہو تو اس سے دنیا میں اور کسی کے حقوق کی ادائیگی کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے، برادری، سوسائٹی کی شرم یا قانون سے بچنے کے لئے وہ ہزاروں راہیں اور حیلے بہانے ڈھونڈھ لیتا ہے، وہ چیز جو انسان کو انسانی حقوق کے احترام پر قول و فعل میں اور ظاہر و باطن میں مجبور کرنیوالی ہے وہ صرف خوف خدا اور تقوی ہے، اس لئے مختلف تعلقات اور رشتہ والوں کے حقوق کی تفصیل سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کی یاد دھانی مناسب تھی۔

حقوق العباد میں سب سے پہلے والدین کے حقوق کا ذکر

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: اس کے بعد تمام رشتہ داروں اور تعلق والوں میں سب سے پہلے والدین کے حقوق کا بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنے حقوق کے متصل والدین کے حقوق کو بیان فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسانات انسان پر اس کے والدین کے ہیں کیونکہ عام اسباب میں وہی اس کے وجود کا سبب ہیں اور پیدائش سے لے کر اس کے جوان ہونے تک جتنے کٹھن مراحل میں انسان کے ماں باپ ہی اس کے وجود اور پھر اس کے بقاء و ارتقاء کے ضامن ہیں، اسی لئے قرآن کریم میں دوسرے مواقع میں بھی ماں باپ کے حقوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے متصل بیان فرمایا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: ان اشکر لی ولولدیک۔ یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو۔

حدیث: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں لیکن جو شخص ماں باپ کی نافرمانی اور دل آزاری کرے اس کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔(بیہقی)

صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق

وَّبِذِی الْقُرْبٰی: اس آیت میں والدین کے بعد عام ذوی القربی یعنی تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے، قرآن کریم کی ایک جامع اور مشہور آیت میں جس کو حضور اکرم ﷺ اپنے خطبات کے آخر میں تلاوت فرمایا کرتے تھے: ان اللہ یامربا عدل والاحسان وایتآء ذی القربی یعنی اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں سب کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کا اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا۔ صلہ رحمی میں رشتہ داروں کی حسب استطاعت مالی مدد بھی شامل ہے اور ان سے ملاقات و خبر گیری بھی۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے یعنی اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے۔(بخاری، مسلم)

حدیث: حضرت سلمان ابن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ عام مسکینوں فقیروں کو دینے میں تو صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اپنے ذی رحم رشتہ دار کو دیا جائے تو اس میں دو ثواب ہیں، ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا یعنی رشتہ داری کے حقوق ادا کرنے کا۔(مسند احمد، نسائی، ترمذی)

یتیم اور مسکین کے حقوق

وَالْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ: تیسرے نمبر پر ارشاد فرمایا والیتمی والمساکین، یتیموں اور مساکین کے حقوق کا مفصل بیان اگرچہ شروع سورت میں آچکا ہے مگر اس کی یاد دہانی رشتہ داروں کے ضمن میں فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ لاوارث بچوں اور بے کس لوگوں کی امداد و اعانت کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا اپنے رشتہ داروں کے لئے کرتے ہیں۔

پڑوسیوں کے حقوق

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ: پڑوسی مسلم ہوں یا غیر مسلم یا کسی اور مذہب کے ماننے والے، تمام پڑوسی کہلائیں گے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کے دکھ سکھ میں شامل ہونا

چاہیئے۔ جار الجنب قرابت دار پڑوسی کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ایسا پڑوسی جس سے قرابت داری نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ پڑوسی سے بہ حیثیت پڑوسی کے حسن وسلوک کیا جائے چاہے وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔

Temporary neighbor

The people sitting next to you e.g. on the bus/train, in the office etc. are like your temporary neighbors so treat them nicely as well.

عارضی پڑوسی

آیت میں الصاحب بالجنب اور جار الجنب فرمایا گیا ہے۔ الصاحب بالجنب سے مراد رفیق سفر بھی ہے اور ہم نشین دوست بھی۔ بعض نے جار الجنب سے غیر مسلم پڑوسی مراد لیا ہے۔ اس کے علاوہ جار الجنب کا ایک مطلب عارضی یا وقتی پڑوسی بھی کیا گیا ہے مثلاً کسی مجلس یا آفس میں ساتھ بیٹھنے والا، بس یا ٹرین میں ساتھ بیٹھنے والے مسافر۔ اسی طرح ایسا شخص بھی جس سے کہیں کسی وقت آدمی کا ساتھ ہو جائے مثلاً آپ قطار میں کھڑے ہیں اور کوئی آپ کے ساتھ کھڑا ہے، کسی دکان پر آپ شاپنگ کر رہے ہوں اور کوئی دوسرا خریدار بھی آپ کے ارد گرد خریداری میں مصروف ہو یا سفر کے دوران میں کوئی شخص آپ کا ہم سفر ہو۔ ان عارضی پڑوسیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ یہ عارضی ہمسائیگی بھی ہر مہذب اور شریف معاشرے میں آدمی پر ایک حق عائد کرتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حتی الامکان اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور اسے تکلیف دینے سے مجتنب رہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کے کسی قول و فعل سے اس کو ایذا نہ پہنچے، کوئی گفتگو ایسی نہ کریں جس سے اس کی دل آزاری ہو، کوئی کام ایسا نہ کریں جس سے اس کو تکلیف ہو، مثلاً اس طرح نہ بیٹھیں جس سے اس کی جگہ تنگ ہو جائے۔

اس سے مراد رفیق سفر، شریک کار، بیوی اور وہ شخص ہے جو کسی کی ہم نشینی اختیار کرے۔ اس کی تعریف میں وہ لوگ بھی آسکتے ہیں جنہیں تحصیل علم، کوئی کام سیکھنے کے لئے یا کسی کاروباری سلسلہ میں آپ کے پاس بیٹھنے کا موقع ملے۔ (فتح القدیر)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ صاحب بالجنب میں ہر وہ شخص داخل ہے جو کسی کام اور کسی پیشہ میں آپ کا شریک ہے، صنعت مزدوری میں، دفتر کی ملازمت میں، سفر میں حضر میں۔ (روح المعانی)

الفاظ قرآن ان سب معانی کو متحمل ہیں، پڑوسی کے رشتہ دار یا غیر ہونے کے اعتبار سے بھی اور مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے بھی........اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا نہ ہو، مسلم ہو یا غیر مسلم،

مستقل ہو یا عارضی، بہر حال اس کا حق ہے کہ بقدر استطاعت اس کی امداد و اعانت اور خبر گیری کرنا ایک مسلمان پر لازم ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں۔ دریافت کیا گیا کون اے اللہ کے رسولؐ؟ آپؐ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ ہو۔

حدیث: رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جبرائیل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کی رعایت و امداد کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کو بھی رشتہ داروں کی طرح وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔(بخاری و مسلم)

حدیث: ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی محلہ کے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر وہ شخص ہے جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہو۔(ترمذی، مسند احمد)

حدیث: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک پڑوسی کو پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں، جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔(مسند احمد)

آیت کے آخر میں فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا۔ (النساء۔36)

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

Surely Allah does not like whoever is arrogant, boastful. (4:36)

آیت کا یہ آخری جملہ پچھلے تمام ارشادات کا تکملہ ہے کہ پچھلے آٹھ نمبروں میں جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے اس میں کوتاہی وہ ہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر اور فخر و غرور ہے۔ فخر و غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

حدیث: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکے گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو، حاضرین میں سے ایک آدمی نے سوال کیا، لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے کپڑے اچھے ہوں ان کے جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے؟) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہیں اور جمال کو پسند بھی فرماتے ہیں، تکبر نام ہے حق رد کرنے کا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنے کا۔

اس حدیث میں کبر کی بطور خاص مذمت سے یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن جن لوگوں سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔اس پر عمل وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل کبر سے خالی ہو گا۔ متکبر اور مغرور شخص صحیح معنوں میں نہ حق عبادت ادا کر سکتا ہے اور نہ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کا اہتمام۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

بخل کی مذمّت

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ (النساء۔37)

اور ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی اور بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ہدایت کرتے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Those who are stingy, promote stinginess among people, and withhold Allah's bounties. We have prepared for the ungrateful people a humiliating punishment.

اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ متکبرین ہوتے ہیں وہ حقوق واجبہ میں بھی بخل کرتے ہیں اپنی ذمہ داریوں کو نہیں سمجھتے اور دوسروں کو بھی اپنے قول و عمل سے اس بری صفت کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

آیت میں بخل کا لفظ آیا ہے، جس کا اطلاق عرف عام میں حقوق مالیہ کے اندر کوتاہی کرنے پر ہوتا ہے۔ آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بخل کا لفظ عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے، جو بخل بالمال اور بخل بالعلم دونوں کو شامل ہے۔ بظاہر یہاں مال کا بخل بیان ہو رہا ہے اگرچہ علم کا بخل بھی اس میں داخل ہے۔

انفاق کی فضیلت اور بخل کی مذمت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہر صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ کہتا ہے اے اللہ! بھلائی کے راستہ میں خرچ کرنے والے کو اچھا عوض عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کے مال و دولت کو ضائع کر دے۔

حدیث: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اسماء! خیر کے راستہ میں خرچ کیا کرو اور گن گن کر نہ دے ورنہ اللہ بھی تمہارے حق میں گننا شروع کردے گا اور انفاق سے بچنے کے لئے بہت زیادہ حفاظت نہ برت ورنہ اللہ تعالیٰ بھی حفاظت کرنا شروع کردے گا اور کم از کم جو تجھ سے ہو سکے اس کے دینے سے دریغ نہ کرو۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے بھی قریب ہے جنت سے بھی قریب ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی پسندیدہ ہے، اور جہنم کی آگ سے دور ہے اور بخیل اللہ سے بھی دور ہے جنت سے بھی دور ہے لوگوں سے بھی دور ہے اور آگ سے قریب ہے اور جاہل آدمی جو سخاوت کرتا ہو (اور فرائض کو ادا کرنے اور محرمات سے بچنے کا اہتمام کرتا ہو) اس کنجوس سے بہتر ہے جو عبادت گذار ہو۔

حدیث: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا **دو عادتیں** کسی مومن میں جمع نہیں ہوتیں، **بخل** اور **بداخلاقی**۔

آیت میں پھر فرمایا گیا:

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔

اللہ کے فضل کو چھپانا یہ ہے کہ آدمی اس طرح رہے گویا کہ اللہ نے اس پر فضل نہیں کیا ہے۔ مثلاً کسی کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اپنی حیثیت سے گر کر رہے۔ نہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، نہ بندگان خدا کی مدد کرے، نہ نیک کاموں میں حصہ لے۔ لوگ دیکھیں تو سمجھیں کہ بیچارہ بڑا ہی خستہ حال ہے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی سخت ناشکری ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انّ اللہ اذا انعم نعمۃ علی عبد احبّ ان یظھر اثرھا علیہ۔ اللہ جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا اثر بندے پر ظاہر ہو۔ یعنی اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور مسکن، ہر چیز سے اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کا اظہار ہونا چاہئے۔

ریاکاری کی مذمت

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا۔ (النساء۔38)

اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کیلیے خرچ کرتے ہیں اور در حقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ روز آخرت پر سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اُسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی۔ (النساء۔38)

Likewise, for those who spend their wealth to show off and do not (really) believe in Allah or the Last Day. And whoever takes Satan as an associate—what an evil associate they have! (4:38)

بخل (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا) یا خرچ کرنا لیکن **ریاکاری** یعنی نمود و نمائش کے لئے کرنا۔ یہ دونوں باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں اور ان کی ندامت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ یہاں قرآن کریم میں ان دونوں باتوں کو ان لوگوں کا وطیرہ بتایا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان ان کا ساتھی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حقوق واجبہ میں کوتاہی کرنا بخل کرنا معیوب ہے اسی طرح لوگوں کو دکھانے کے لئے اور بے مقصد مصارف میں خرچ کرنا بھی بہت برا ہے، وہ لوگ جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کے دکھانے کو نیکی کرتے ہیں ان کا وہ عمل عند اللہ مقبول نہیں ہوتا اور حدیث کی رو سے اسے **شرک اصغر** قرار دیا گیا ہے۔

حدیث: محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے متعلق مجھے بہت زیادہ اندیشہ شرک اصغر کا ہے، صحابہ نے پوچھا، شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، ریا۔ (احمد بحوالہ مشکوۃ)

حدیث قدسی: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں شرک سے بالکل بے نیاز ہوں، جو شخص کوئی نیک عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک ٹھہراتا ہے تو میں اس عمل کو شرک ہی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اور اس عمل کرنے والے کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔

حدیث: بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اعمال صالحہ کا ثواب تقسیم ہو گا تو اللہ تعالیٰ ریاکاری اور دکھلاوا کرنے والوں سے فرمائیں گے کہ ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم دنیا میں نیک عمل کرتے تھے اور دیکھ لو کہ کیا ان کے پاس تمہارے اعمال کا ثواب اور اس کی جزاء ہے۔

حدیث: شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے نماز پڑھی دکھانے کے لئے تو اس نے شرک کیا، جس نے روزہ رکھا دکھانے کے لئے تو اس نے شرک کیا، اور جس نے کوئی صدقہ دیا دکھانے کے لئے تو اس نے شرک کیا۔

ایمان وانفاق فائدہ مند ہی ہوتا ہے نہ کہ نقصان دہ

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭوَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا۔ (النساء۔39)

اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا تھا اس میں سے خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔

What harm could have come to them if they had believed in Allah and the Last Day and donated from what Allah has provided for them? And Allah has ˹perfect˺ knowledge of them. (4:39)

اللہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتے، نیکی پر اجر عظیم عطا فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚوَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْھَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔40)

بے شک اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم بخشے گا۔النساء۔40

Allah doesn’t do injustice to anyone

Indeed, Allah never wrongs ˹anyone˺—even by an atom’s weight. And if it is a good deed, He will multiply it many times over and will give a great reward out of His grace. (4:40)

اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتے

رب العالمین فرماتے ہیں کہ میں کسی پر ظلم نہیں کرتا، کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا، بلکہ اس کا اجر و ثواب کئی گنا بڑھا چڑھا کر قیامت کے روز عطا فرماؤں گا جیسے اور آیت میں ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَـيْـــًٔا۔ ہم عدل کا ترازو رکھیں گے۔(الانبیاء۔21)۔ بخاری و مسلم کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے واپس جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان دیکھو اسے جہنم سے نکال لاؤ۔ پس بہت سی مخلوق جہنم سے

آزاد ہوگی۔ حضرت ابو سعید یہ حدیث بیان فرما کر فرماتے اگر تم چاہو تو آیت قرآنی کے اس جملے کو پڑھ لو: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (4:40) حضرت سعید بن جبیر (رح) فرماتے ہیں مشرکین کے عذاب میں بھی اس آیت کے باعث کمی کر دی جاتی ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

آیت کے اندر فرمایا گیا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال حسنہ کا ثواب اور جزائے خیر میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں فرماتے بلکہ اپنی طرف سے اس میں اور اضافہ فرمادیتے ہیں اور آخرت میں اپنی طرف سے ثواب عظیم عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس اجر عظیم کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے جو بارگاہ رب العزت سے ملتا ہے: وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ اور اپنے پاس سے اجر عظیم بخشے گا۔

آیت میں جو لفظ ذرۃ آیا ہے اس کا ترجمہ معروف ہی ہے اہل عرب کم وزن اور حقیر ہونے میں اس کو بطور مثال پیش کیا کرتے تھے۔

ابلاغ دعوت کی گواہی

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا۔ (النساء-41)

پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ بلائیں گے اور تمہیں (یعنی محمد ﷺ کو) اس امت پر گواہ کر کے لائیں گے۔

So how will it be when We bring a witness from every faith-community and bring you ˹O Prophet˺ as a witness regarding yours. (4:41)

The Prophet of each age will stand as a witness before God regarding his nation/community; he will testify that he conveyed to them the message of Allah and showed them the right path and moral conduct revealed by God.

Prophet Muḥammad (ﷺ) asked one of his companions, 'Abdullah ibn Mas'ûd, to recite some verses of the Quran for him because he loved to hear it from someone other than himself. 'Abdullah recited from the beginning of this

sûrah until he reached verse41, he was told to stop. Abdullah bin Masud said that he looked at the face of Prophet and saw tears rolling down his cheeks.

ہر امت میں سے اس کا پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں گواہی دے گا کہ یا اللہ! ہم نے تو تیرا پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا تھا، اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا قصور؟ ہر دور کا پیغمبر اپنے دور کے لوگوں پر اللہ کی عدالت میں گواہی دے گا کہ آسمانی تعلیمات اور دین کا راستہ جس کی تعلیم آپ نے مجھے دی تھی، اسے میں نے ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ پھر یہی شہادت محمد ﷺ اپنے دور کے لوگوں پر دیں گے، اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا دور آپؐ کی بعثت کے وقت سے قیامت تک ہے۔

حدیث: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننے کی خواہش ظاہر فرمائی وہ سناتے ہوئے جب اس آیت (النساء۔41) پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا بس اب کافی ہے، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں دیکھا تو آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (بخاری)

علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو اس آیت سے آخرت کا منظر مستحضر ہو گیا اور اپنی امت کے کوتاہ عمل اور بے عمل لوگوں کی بابت خیال آیا اس لئے آنسو مبارک جاری ہو گئے۔

بہر حال اس آیت سے معلوم ہوا کہ گزشتہ امتوں کے انبیاء اپنی اپنی امت پر بطور گواہ پیش ہوں گے، اور آپ بھی اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے........ قرآن کریم کے اس اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے جو اپنی کسی امت کے متعلق گواہی دے، ورنہ قرآن کریم میں اس کا اور اس کی شہادت کا بھی ذکر ہوتا۔ اس اعتبار سے یہ آیت ختم نبوت کی دلیل بھی ہے۔

چوتھا رکوع: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى--- (النساء۔43)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اسلام کے تدریجی احکامات کی حکمت، آسان سے مشکل کی طرف حکم، بتدریج حرمت شراب، آداب مسجد اور مسائل تیمم، طہارت کی اہمیت، کتاب الٰہی میں تحریف، گفتگو اور الفاظ کا ہیر پھیر (یحرفون الکلم عن مواضعہ)، بعض اہل کتاب کی دنیا پرستی کا تذکرہ، گمراہی کے خریدار، سمع اطاعت کی ترغیب (سمعنا واطعنا)، اہل کتاب کو دعوت اسلام، شرک اکبر الکبائر، خود نمائی کی بیماری اور تزکیہ نفس، منہ پر تعریف کی ممانعت۔

بتدریج حرمت شراب اور پس منظر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔۔۔ (النساء۔43)

اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھو سکو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

Stages of Prohibition of intoxicants

O you who have faith! Do not approach prayer while intoxicated until you are aware of what you say, nor in a state of ˹full˺ impurity—unless you merely pass through ˹the mosque˺—until you have bathed.... (4:43)

Intoxicants were prohibited in the Quran in three stages: 2:219, 4:43, and finally 5:90-91.

یہ شراب کی حرمت کے متعلق دوسرا حکم ہے۔ پہلا حکم وہ تھا جو سورۃ بقرہ (آیت 219) میں گزرا۔ اس میں صرف یہ بتا کر چھوڑ دیا گیا تھا کہ شراب بری چیز ہے، اللہ کو پسند نہیں۔ مگر بہت سے لوگ اسے بدستور استعمال کرتے رہے تھے حتّٰی کہ بسا اوقات نشے کی حالت ہی میں نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے تھے اور کچھ کا کچھ پڑھ جاتے تھے۔ غالباً 4 ہجری کی ابتدا میں یہ دوسرا حکم آیا اور نشے میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنے شراب پینے کے اوقات بدل دیے اور ایسے اوقات میں شراب پینی چھوڑ دی جن میں یہ اندیشہ ہوتا کہ کہیں نشہ ہی کی حالت میں نماز کا وقت نہ آجائے۔ اس کے کچھ مدت بعد شراب کی قطعی حرمت کا وہ حکم آیا جو سورۃ مائدہ آیت 90-91 میں ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آیت میں سکر یعنی نشہ کا لفظ ہے۔ اس لیے یہ حکم صرف شراب کے لیے خاص نہ تھا بلکہ ہر نشہ آور چیز کے لیے عام تھا۔ اور اب بھی اس کا حکم باقی ہے۔ اگرچہ نشہ آور اشیاء کا استعمال بجائے خود حرام ہے، لیکن نشہ کی حالت میں نماز پڑھنا دوہرا عظیم تر گناہ ہے۔

اسی بنا پر نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جب کسی شخص پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہو اور وہ نماز پڑھنے میں بار بار اونگھ جاتا ہو تو اسے نماز چھوڑ کر سو جانا چاہیے۔ یعنی جب نماز پڑھے تو آدمی کو اتنا ہوش رہنا چاہیے کہ اسے معلوم ہو کہ وہ کیا چیز اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے۔

آداب مسجد اور مسائل تیمم

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ (النساء۔43)

اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے، یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو، اور پھر (وضو یا غسل کیلئے) پانی نہ ملے تو پاک مٹی (یا ریت، پتھر) پر تیمم کر لو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر کے، بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

Ruling regarding dry ablution

But if you are ill, on a journey, or have relieved yourselves, or been intimate with your wives and cannot find water, then purify yourselves with clean earth, wiping your faces and hands. And Allah is Ever-Pardoning, All-Forgiving. (4:43)

This ruling is called tayammum or dry ablution. If someone cannot find water or is unable to use it because of illness or cold weather, then they are allowed to touch clean earth, sand, stone etc. with the palms of their hands once then blow in their hands and wipe over their face and hands.

یعنی ناپاکی کی حالت میں نماز مت پڑھو۔ کیونکہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے۔

صعیدا طیبا سے مراد پاک مٹی یا جنس زمین میں سے کوئی چیز مثلاً ریت، پتھر وغیرہ ہے۔

تیمم کیا ہے؟

تیمم کا لغوی معنی قصد اور ارادہ کرنا ہے۔ دین میں تیمم کا حکم اُس وقت ہے جب نماز اور دیگر امور کی بجا آوری کے لیے (کم از کم ایک میل کے اندر) پانی دستیاب نہ ہو یا بوجہ بیماری یا عذر پانی استعمال نہ کر سکتا ہو۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ ہاتھ پاک مٹی یا پاک پتھر یا چٹان پر مار کر کلائی تک دونوں ہاتھ ایک دوسرے پر پھیر لے۔ (کہنیوں تک ضروری نہیں) اور منہ پر بھی پھیر لے۔

حدیث: ضربۃ للوجہ والکفین۔ نبی اکرم ﷺ نے تیمم کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں ہتھیلیوں اور چہرے کے لیے ایک ایک دفعہ ہاتھ پھیرنا ہے۔(مسند احمد)

ہر وہ پاک چیز جو زمین کی جنس (مٹی، پتھر، ریت، چٹان وغیرہ) میں سے ہو اس پر تیمم کرنا درست ہے خواہ اس پر گرد و غبار لگا ہوا ہو یا نہ ہو۔

تیمم کی سہولت کس کو حاصل ہے؟

بیمار جسے وضو کرنے سے نقصان یا بیماری میں اضافے کا اندیشہ ہو، **مسافر** کو اگر پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں یہ اجازت مقیم کو بھی حاصل ہے۔ لیکن بیمار اور مسافر کو چونکہ اس قسم کی ضرورت عام طرر پر پیش آتی تھی اس لیے بطور خاص ان کے لیے اجازت بیان کر دی گئی ہے۔

تیمم وضو اور غسل دونوں کا **متبادل** ہے۔ قضائے حاجت سے آنے والا اور بیوی سے مباشرت کرنے والا ان کو بھی پانی نہ ملنے یا سخت سردی میں مجبوری کی حالت میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

بعض لوگ **اعتراض** کرتے ہیں کہ اس طرح مٹی یا پتھر پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لینے سے آخر طہارت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ آدمی میں طہارت کی حس اور نماز کا احترام قائم رکھنے کے لیے ایک اہم **نفسیاتی تدبیر** ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنی ہی مدت تک پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو، بہر حال اس کے اندر **طہارت کا احساس** برقرار رہے گا۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: **جعلت تربتها لنا طهورا اذا لم نجد الماء۔** جب ہمیں پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی ہمارے لیے پاکیزگی کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔(صحیح مسلم۔ کتاب المساجد)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں تمام لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں: ہماری صفیں مثل فرشتوں کی صفوں کے ترتیب دی گئیں ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنائی گئی اور زمین کی مٹی ہمارے لئے پاک اور پاک کرنے والی بنائی گئی جب ہمیں پانی نہ ملے۔ مسلم

فاقد الطھورین کیا کرے؟

اگر پانی اور تیمم دونوں پر قدرت نہ ہو جیسے عموماً ہوائی جہاز میں یا سخت برفانی علاقے میں صورتحال پیش آسکتی ہے تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ وہ وقتی طور پر بغیر وضو کے نماز پڑھ لے اور پھر پانی پر قدرت پانے کے بعد وضو کرکے نماز کا اعادہ کرلے۔

کتاب الٰہی میں تحریف

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ۔ (النساء۔44)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا وہ گمراہی خرید رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ۔

Deviation from guidance despite having Divine Scripture

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who were given a portion of the Scriptures yet trade it for misguidance and wish to see you deviate from the ˹Right˺ Path? (4:44)

The Qur'an has criticised some scholars of the Divine Scripture becasue:

Firstly, they caused a part of the divine revelation to be lost.

Secondly, they also had detached themselves from the spirit and purpose of the divine revelation which was available to them.

Thirdly, their concern with the Scripture was confined to verbal discussions about interpretation.

For these reasons they lost the true concept of religion, devotion and piety.

علماء اہل کتاب کے متعلق قرآن نے اکثر یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ انہیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ (اوتو نصیب من الکتاب) دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو انہوں نے کتاب الٰہی کا ایک حصہ گم کر دیا تھا۔ پھر جو کچھ کتاب الٰہی میں سے ان کے پاس موجود تھا اس کی روح اور اس کے مقصد و مدعا سے بھی وہ لاعلم ہو چکے تھے۔ ان کی تمام دلچسپیاں لفظی بحثوں اور احکام کے

جزئیات، عقائد کی موشگافیوں اور فلسفیانہ پیچیدگیوں تک محدود تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دین کی حقیقت سے ناآشنا اور دینداری کے جوہر سے خالی تھے، اگرچہ علماء دین اور رہبران ملت کہے جاتے تھے۔

اس آیت میں بعض اہل کتاب کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دیتے ہیں، نبی آخر الزماں ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اس سے روگردانی کرتے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا جو علم ان کے پاس ہے اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ خود اپنی کتابوں میں نبی اکرمؐ کی بشارتیں پڑھتے ہیں لیکن اپنے نذرانوں کے لالچ میں اس حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ دین اسلام کے پیروکار بھی راہ راست سے بھٹک جائیں اور ہدایت اور سچے دین کو چھوڑ دیں۔

اگلی آیت میں اسی نکتے کی مزید تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ وہ کلام اللہ کے مطلب کو بھی بدل دیتے ہیں اور خلاف منشائے الٰہی تفسیر کرتے ہیں اور ان کا یہ فعل جان بوجھ کر ہوتا ہے اور افتراء بازی پر مبنی ہوتا ہے۔ ان کا لہجہ بھی طعن آمیز ہوتا ہے۔

دراصل یہ لوگ حیلوں بہانوں سے حضورؐ کی بے ادبی اور گستاخی بھی کرتے تھے پس انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں۔

گفتگو اور الفاظ کا ہیر پھیر: یحرفون الکلم عن مواضعہ۔(النساء۔46)

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ: اس کے تین مطلب ہیں ایک یہ کہ کتاب اللہ کے الفاظ میں ردوبدل کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی تاویلات سے آیات کتاب کے معنی کچھ سے کچھ بنادیتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ لوگ محمدؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی صحبت میں آکر ان کی باتیں سنتے ہیں اور واپس جاکر لوگوں کے سامنے غلط طریقہ سے روایت کرتے ہیں۔ بات کچھ کہی جاتی ہے اور وہ اسے اپنی شرارت سے کچھ کا کچھ بنا کر لوگوں میں مشہور کرتے ہیں تاکہ انہیں بدنام کیا جائے اور ان کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر لوگوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف آنے سے روکا جائے۔

سمع و معصیت (سن کر بھی نافرمانی کرنا) کی روش

شرک اکبر الکبائر

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔48)

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا،اِس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھیرایا اُس نے تو بہت ہی بڑا بہتان باندھا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

Most Severe Sin: *Shirk*

Indeed, Allah does not forgive associating others with Him ⌜in worship⌝ but forgives anything else of whoever He wills. And whoever associates others with Allah has indeed committed a grave sin. (4:48)

This verse doesn't mean that people may commit any sin as long as they do not associate others with God in His divinity. The purpose of the verse is to tell people that *Shirk* is the most serious sin in God's sight, a sin so serious that while other sins may be pardoned, this will not.

اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی بس شرک نہ کرے باقی دوسرے گناہ دل کھول کر کرتا رہے۔ بلکہ دراصل اس سے یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ شرک جس کو ان لوگوں نے بہت معمولی چیز سمجھ رکھا تھا، تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے حتٰی کہ اور گناہوں کی معافی تو ممکن ہے مگر یہ ایسا گناہ ہے کہ معاف نہیں کیا جاسکتا۔ ع بعض اہل کتاب دین کی جزئیات کا بڑا اہتمام کرتے تھے، بلکہ ان کا سارا وقت ان جزئیات کی ناپ تول ہی میں گزرتا تھا جو ان کے فقیہوں نے استنباط در استنباط کرکے نکالے تھے، مگر شرک ان کی نگاہ میں ایسا ہلکا فعل تھا کہ نہ خود اس سے بچنے کی فکر کرتے تھے نہ ہی اپنی قوم کو مشرکانہ خیالات اور اعمال سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔

حدیث: تین قسم کے اعمال نامے

حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ: الدواوین ثلاثۃ۔۔۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال نامے تین قسم کے ہوں گے:

1۔ ایک وہ اعمال نامہ جس کو اللہ ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اللہ کا فرمان ہے "بے شک اللہ اس کو ہرگز معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔

2۔ دوسرے اعمال نامے میں وہ گناہ درج ہونگے جو بندوں نے آپس میں ایک دوسرے ساتھ زیادتی کی ہوگی اللہ اس کو ہرگز معاف نہ کرے گا یہاں تک کہ بندے ایک دوسرے سے اپنا حق وصول نہ کرلیں۔

3۔ تیسرے اعمال نامے میں وہ گناہ ہوگا جس کا تعلق حقوق اللہ (اللہ اور بندوں سے) ہے، یہ اللہ کے حوالے ہے جسے چاہے گا، عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف کردے گا۔ (مشکوٰۃ)

حدیث قدسی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے تو جب تک میری عبادت کرتا رہے گا اور مجھ سے نیک امید رکھے گا میں بھی تیری خطائیں معاف فرماتا رہوں گا۔ میرے بندے اگر تو ساری زمین بھر کی خطائیں بھی لے کر میرے پاس آئے گا تو میں بھی زمین کی وسعتوں جتنی مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ (مسند احمد)

حدیث: جو بندہ لا الہ الا اللہ کہے پھر اسی پر اس کا انتقال ہو وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ (مسند احمد)

حدیث: ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ! جنت واجب کردینے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جو شخص بغیر شرک کئے فوت ہوا اس کے لئے جنت واجب ہے اور جو شخص شرک کے ساتھ فوت ہوا اس کے لئے جہنم واجب ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

خودنمائی کی بیماری اور تزکیہ نفس

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا (النساء۔49-50)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں حالانکہ تزکیہ نفس تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور (انہیں اگر تزکیہ حاصل نہیں ہوتا تو درحقیقت) ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جاتا۔

دیکھو یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان کے گناہگار ہونے کیلئے یہی کھلا گناہ کافی ہے۔

Self-Praise and self-glorification

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who ˹falsely˺ elevate their righteousness. It is Allah who elevates whoever He wills. And none will be wronged ˹even by the width of˺ the

thread of a date stone. See how they fabricate lies against Allah—this alone is a blatant sin. (4:49)

اپنی مدح سرائی اور عیوب سے پاک ہونیکا دعویٰ جائز نہیں

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض اہل کتاب اپنے آپ کو مقدس اور پارسا بتلاتے تھے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ذرا ان لوگوں کو دیکھو جو اپنی پاکی بیان کر رہے ہیں، ان پر تعجب کرنا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو اپنی یا دوسروں کی پاکی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اپنی مدح و تعریف تین وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

1۔ اس کا سبب اکثر کبر ہوتا ہے، جو ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

2۔ خاتمہ بالخیر کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ ایمان و تقوی پر ہوگا یا نہیں، اس لئے اپنے آپ کو مقدس بتلانا خلاف خوف الٰہی ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ قیامت کے قریب ایسے فتنے آئیں گے کہ ایک آدمی صبح کو مومن ہوگا لیکن (پروپیگنڈے کا شکار ہو کر) شام کو کافر ہو جائے گا۔ يبيع دينه بعرض من الدنيا۔۔ جب تک کوئی بندہ زندہ ہے اس کے راہ راست سے ہٹنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ لہٰذا کسی کو دنیا میں ہی تقوٰی کا سرٹیفکیٹ دے دینا درست نہیں۔ اس کا فیصلہ روز محشر کے دن ہوگا اور یہ معاملہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

3۔ ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات اس دعوے سے لوگوں کو یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ یہ آدمی اللہ کے ہاں اس لئے مقبول ہے کہ یہ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے، حالانکہ یہ جھوٹ ہے، کیونکہ انسان بہر حال انسان ہے۔ بہت سے عیوب بندہ میں موجود ہوتے ہیں چاہے دنیا کی نظر میں وہ بہت نیک اور پارسا ہو۔

حدیث: ایک روایت میں حضرت زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس وقت چونکہ میرا نام برہ تھا (جس کے معنی ہیں گناہوں سے پاک) میں نے وہی بتلایا، تو آپؐ نے فرمایا: لاتزكوا انفسكم، الله اعلم باهل البر منكم، سموها زينب۔ یعنی تم اپنے آپ کی گناہوں سے پاکی بیان نہ کرو کیونکہ یہ علم صرف اللہ ہی کو کہ تم میں سے کون پاک ہے، پھر برہ کے بجائے آپ نے زینب نام رکھا۔ (مسلم)

منہ پر تعریف و توصیف کی ممانعت

قرآن کریم کی اس آیت اور اس کے شان نزول کی روایات سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کی غیر ضروری مدح و توصیف بالخصوص اپنا یا دوسروں کا تزکیہ نفس کا دعویٰ کرنا، اپنے آپ کو پاک صاف بنا کر اور بڑھا چڑھا کر پیش کرنا صحیح نہیں۔ تعریفوں

کے پل باندھ دینا، شیخیاں بگھارنا اور اپنے منہ میاں مٹھو بننا ایک غیر اخلاقی عادت ہے۔ انسان بہر حال انسان ہے اس کو خود نمائی اور خود ستائش زیب نہیں دیتی۔ بقول شاعر:

؎ اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر فرمایا گیا: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔ اپنے نفسوں کی پاکیزگی اور ستائش مت کرو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تم میں متقی کون ہے۔(سورہ النجم۔32)

حدیث: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ: ان نحثو فی وجوہ المداحین التراب۔(صحیح مسلم، کتاب الزھد) ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈال دیں(یعنی منہ پر ان کی اصلاح کریں)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک آدمی کو ایک دوسرے آدمی کی تعریف کرتے ہوئے سنا تو آپؐ نے فرمایا: ویحک قطیت عنق صاحبک۔ افسوس ہے تجھ پر تو نے اپنے ساتھی کو جیتے جی مار دیا پھر فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو کسی کی لا محالہ تعریف کرنی ہے تو اس طرح کہا کرے کہ میں اسے اس طرح گمان کرتا ہوں۔ کسی کا تزکیہ بیان نہ کرے۔(صحیح بخاری)

پانچواں رکوع: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔۔۔ (النساء۔51)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

طاغوت سے اجتناب، جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے؟ حضور اکرمؐ سے حسد کرنے والوں کی مذمت، اللہ کے فضل کے مستحق کون لوگ، انبیاء کی تکذیب، ایمان اور اعمال صالح: لازم و ملزوم، امانت اور عدل و انصاف، امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو(ان اللہ یامرکم ان تودو الامانات الیٰ اھلھا)، سوشل جسٹس سسٹم کی بنیاد: انسانوں کے درمیان عدل و انصاف(واذا حکمتم بین الناس اب تحکمو بالعدل)۔ اسلام میں اطاعت کی بنیاد تین چیزوں پر: اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت(اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم)، اولی الامر سے کون

مراد ہے؟ حکومت وقت، امراءوحکام، آئمہ وعلماء، یادونوں؟ ریاست اور عوام کے حقوق وفرائض۔ مسائل و تنازعات کی صورت میں قرآن وسنّت کی طرف رجوع (فان تنازعتم فی شیءفردوہ الی اللہ والرسول)۔

طاغوت سے اجتناب

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ (النساء-51)

کیاتم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور اُن کا حال یہ ہے کہ جِبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور منکرین (یعنی مشرکین مکہ) کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who were given a portion of the Scriptures yet believe in superstition and false objects and reassure the unbelievers (of Makah) that they are better guided than those who believe. (4:51)

اس آیت میں بعض اہل کتاب کے ایک فعل پر تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے کہ اہل کتاب ہونے کے باوجود یہ (جبت) بت، کاہن یا ساحر (جھوٹے معبودوں) پر ایمان رکھتے اور مشرکین مکہ کو مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں۔

شانِ نزول: ابن ابی حاتم میں ہے کہ مدینہ سے حی بن اخطب اور کعب بن اشرف مکہ والوں کے پاس آئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا تم اہل کتاب اور صاحب علم ہو ذرا بتاؤ کہ ہم بہتر ہیں یا محمدؐ۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کیا ہو؟ اور وہ کیا ہیں؟ تو اہل مکہ نے کہا ہم صلہ رحمی کرتے ہیں، اونٹ ذبح کرکے دوسروں کو کھلاتے ہیں، غلاموں کو آزاد کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور محمدؐ تو صنبور ہیں، انہوں نے تو ہمارے رشتے ناتے تڑوا دیئے۔ اب بتاؤ ہم اچھے یا وہ؟ تو ان دونوں نے کہا تم بہتر ہو اور تم زیادہ سیدھے راستے پر ہو اس پر یہ آیت اتری۔ نفسانی خواہشات بعض اوقات آدمی کو دین ایمان سے محروم کردیتی ہیں۔ کعب بن اشرف ایک ممتاز یہودی عالم تھا جو اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور اسی کی عبادت کرتا تھا، لیکن جب اس کے دل ودماغ پر نفسانی خواہشات کا بھوت سوار ہوا تو اس نے مسلمانوں کے خلاف قریش سے الحاق کرنا چاہا، قریش مکہ نے اس کے ساتھ ملنے کی یہ شرط لگائی کہ وہ ہمارے بتوں کے سامنے سجدہ کرے، اس نے اس کو بھی گوارا کرلیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب کا محض علم کچھ نافع نہیں ہوسکتا اگر صحیح معنی میں اس کا اتباع نہ ہو اور محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی سے مکمل اجتناب نہ ہو، ورنہ آدمی اپنے مذہب جیسی عزیز چیز کو بھی اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانے سے نہیں بچتا۔

دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے قبائل بنو وائیل اور بنو نضیر کے چند سردار جب عرب میں حضورؐ کے خلاف نفرت کی آگ لگا رہے تھے اور جنگ کی تیاری میں تھے اس وقت جب یہ قریش مکہ کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں عالم اور پارسا سمجھ کر ان سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد کا؟ تو ان لوگوں نے کہا تم اچھے دین والے اور ان سے زیادہ صحیح راستے پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (بحوالہ ابن کثیر)

جبت سے کیا مراد ہے؟

جِبْت کے اصل معنی بے حقیقت، بے اصل اور بے فائدہ چیز کے ہیں۔ اسلام کی زبان میں جادو، کہانت، فال گیری، ٹونے ٹوٹکے، شگون اور دوسری تمام وہمی و خیالی باتوں کو جبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جسے ہم اردو زبان میں اوہام کہتے ہیں۔

حدیث: جبت کے معنی کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے: ان العیافۃ والطرق والطیرۃ من الجبت۔

پرندے اڑا کر، خط کھینچ کر، بدفالی اور بدشگونی لینا جبت میں شامل ہے۔

یعنی یہ سب شیطانی کام ہیں اور اہل عرب میں یہ چیزیں عام تھیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد سحر ہے۔ اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

طاغوت سے کیا مراد ہے؟

طاغوت کے ایک معنی شیطان بھی کئے گئے ہیں۔ دراصل معبودانِ باطل کی پرستش شیطان ہی کی پیروی ہے۔ اس لئے شیطان بھی طاغوت میں شامل ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جائے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مالک بن انس کا قول زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اس کا ثبوت قرآن سے بھی ہوتا ہے، ارشاد ہے: ان اعبدواللہ واجتنبوا الطاغوت۔

حضور اکرمؐ سے حسد کرنے والوں کی مذمت

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔54)

پھر کیا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟ اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیمؑ کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم عطا فرمایا۔

Or do they envy the people for Allah's bounties? Indeed, We have given the descendants of Abraham the Book and wisdom, along with great authority. (4:54)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو علم و فضل اور جاہ و جلال عطا کیا تھا، اس پر بعض لوگ جلتے تھے اور حسد کرتے تھے جس کا اس آیت میں ذکر ہے: اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ پھر کیا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟ قرآن و حدیث میں حسد و بغض کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔

حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر دونوں حرام ہیں۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حدیث: حضرت زبیر نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمہاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

اللہ کے فضل کے مستحق لوگ کون؟

یعنی بنو اسرائیل کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اور آل میں سے ہیں، ہم نے نبوت بھی دی اور بڑی سلطنت و بادشاہی بھی۔ ملک عظیم سے مراد دنیا کی امامت و رہنمائی اور اقوام عالم پر قائدانہ کردار ہے جو کتاب اللہ کا علم پانے اور اس علم و حکمت کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

انبیاء کی تکذیب

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا۔ (النساء-55)

پھر ان میں سے بعض نے اس کتاب کو مانا اور بعض اس سے رک گئے اور دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔

Yet some believed in him while others turned away from him. And sufficient is Hell as a blaze. (4:55)

ان پر کچھ ایمان لائے اور کچھ نے اعراض کیا۔ یہاں حضورؐ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمدؐ! اگر یہ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لا رہے تو کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی انبیاء کی تکذیب کی جا چکی ہے۔ حق بذات خود حق ہے کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے اس کی صداقت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ایمان اور اعمال صالحہ: لازم و ملزوم

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَـهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا۔ (النساء۔57)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیے اُن کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اُن کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔

As for those who have faith and do righteous deeds, We will admit them into Gardens under which rivers flow, to stay there for ever and ever. There they will have pure spouses; and We will place them under a vast shade.

اس آیت میں اہل ایمان کے لئے آخرت میں جو ابدی نعمتیں ہیں، ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جَعَلَنا اللّٰہ مِنْهُمْ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ایمان، عمل صالح کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے پھول مگر خوشبو کے بغیر، درخت ہو لیکن بغیر ثمر۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خیر القرون کے مسلمانوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ان کی زندگیاں ایمان کے پھل یعنی اعمال صالحہ سے مالا مال تھیں۔ لیکن بد قسمتی سے وہ دور گذر گیا اور اسلام صرف کتابوں میں رہ گیا۔ بقول شاعر:

؎ مسلمان در گور و مسلمانی در کتب

یعنی مسلمان تو قبروں میں چلے گئے اور مسلمانی صرف کتابوں میں رہ گئی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے عمل کرتا ہے جو اعمال صالحہ کی لسٹ میں تو آتے ہیں مثلاً راست بازی، امانت و دیانت، ہمدردی و غم گساری اور دیگر اخلاقی خوبیاں لیکن کرنے والا اگر ایمان کی دولت سے محروم ہے یا اگر وہ صاحب ایمان تو ہے مگر وہ نیک اعمال دنیاوی نمود و نمائش کیلئے کرتا ہے تو اس کے یہ اعمال، دنیا میں تو اس کی شہرت و نیک نامی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں لیکن

اللہ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی کیونکہ ان کا سرچشمہ ایمان نہیں ہے یا ایمان تو ہے مگر ان اعمال کے اندر اخلاص نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اچھے اعمال کو عند اللہ ثمر آور بناتی ہیں۔

امانت اور عدل وانصاف

امانتوں کو انکے اہل کے سپرد کرو،

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا۔ (النساء۔58)

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

Indeed, Allah commands you to return trusts to their rightful owners; and when you judge between people, judge with fairness. What a noble commandment from Allah to you! Surely Allah is All-Hearing, All-Seeing. (4:58)

This verse was revealed right after Mecca had peacefully surrendered to the Muslims. ’Ali ibn Abi Talib, the Prophet’s cousin and son-in-law took the Ka’ba’s key by force from Othman ibn Talha, the non-Muslim keeper of the Ka’ba. The verse was revealed to the Prophet (PBUH) inside the Ka’ba with the order to give the key back to its rightful owner. He (PBUH) ordered Ali to return the key to the keeper Othman bin Talha. Othman was also promised that his family would keep the key forever. The keeper was so touched by the Quranic sense of justice that he decided to accept Islam.

شانِ نزول: اس آیت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے۔ کعبہ کی خدمت اسلام سے پہلے بھی بڑی عزت سمجھی جاتی تھی اور جو لوگ بیت اللہ کی کسی خاص خدمت کے لئے منتخب ہوتے تھے وہ پوری قوم میں معزز و ممتاز مانے جاتے تھے اسی لئے بیت اللہ کی مختلف خدمتیں مختلف لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں، زمانہ جاہلیت سے ایام حج میں حجاج کو زمزم کا پانی پلانے کی خدمت

حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی، جس کو سقایہ کہا جاتا تھا، اسی طرح بیت اللہ کی کچھ خدمات حضورؐ کے دوسرے چچا ابو طالب کے سپرد تھی، اسی طرح بیت اللہ کی کنجی رکھنا اور مقررہ ایام میں کھولنا بند کرنا عثمان بن طلحہ کی ذمہ داری تھی۔ عثمان بن طلحہ کا اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کے روز بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے، ہجرت سے پہلے ایک روز رسول کریمؐ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے تشریف لائے (اس وقت تک عثمان بن طلحہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے) انہوں نے حضورؐ کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھائی، آپ نے بڑی بردباری کے ساتھ ان کے سخت کلمات کو برداشت کیا، پھر فرمایا، اے عثمان شاید تم ایک روز یہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، جبکہ مجھے اختیار ہو گا کہ جس کو چاہوں سپرد کر دوں۔۔۔ آپ یہ کہتے ہوئے بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہو گیا کہ آپ نے مجھے کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا، میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کر لیا لیکن قوم کے دیکھ کر اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکا۔

مکہ کی پرامن فتح کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی کیونکہ وہ خاندانی طور پر خانہ کعبہ کے چابی بردار چلے آرہے تھے، انہوں نے چابی پیش کر دی۔ آپؐ نے بیت اللہ کے اندر نماز ادا فرمائی اور باہر تشریف لائے تو پھر کنجی عثمان بن طلحہ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس رہے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرمؐ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ آیت آپ کی زبان پر تھی: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ یہ آیت اس وقت کعبہ کے اندر نازل ہوئی تھی، اسی آیت کی تعمیل میں حضورؐ نے دوبارہ عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی ان کو سپرد کی۔ ایک لحاظ سے یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے خانہ کعبہ کی چابیاں لے کر حضرت عثمان بن طلحہ کو دے کر فرمایا تھا کہ: یہ تمہاری چابیاں ہیں۔ ان کے حقدار تم ہو۔ آج کا دن وفا اور نیکی کا دن ہے۔ وہ آپؐ کے اس حسن اخلاق سے اتنے متاثر ہوئے کہ اسلام قبول فرمالیا۔

یہاں تک آیت کے شان نزول پر کلام تھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آیت کا شان نزول اگرچہ کوئی خاص وقوعہ ہوا کرتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے، جس کی پابندی پوری امت کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ آیت کا یہ سبب نزول اگرچہ خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور اس کے مخاطب عوام اور حکام دونوں ہیں۔

آیت میں تاکید کی جارہی ہے کہ امانتیں انہیں پہنچاؤ جو امانتوں کے اہل ہیں۔ اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن حکیم نے لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے، بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں۔ جو واقعہ آیت کے شان نزول کا بیان کیا گیا خود اس میں بھی کوئی مالی امانت نہیں، بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا، بلکہ یہ کنجی خدمت بیت اللہ کے ایک عہدہ کی نشانی تھی۔

تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا: امانات میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں جو کسی نہ کسی کے پاس رکھوائی ہوں۔ ان میں خیانت نہ کی جائے بلکہ باحفاظت عند الطلب لوٹا دی جائیں۔ دوسرے عہدے اور ذمہ داریاں اہل لوگوں کو دیئے جائیں۔ پچھلی امتوں کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے اپنے انحطاط کے زمانہ میں امانتیں، یعنی ذمہ داری کے منصب مذہبی پیشوائی، عہدے اور مرتبے ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیے جو نااہل، بداخلاق اور بددیانت تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی۔ یہاں اہل اسلام کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا بلکہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرنا جو ان کے اہل ہوں، یعنی جن میں بار امانت اٹھانے کی صلاحیت ہو۔ اگر بالفرض کسی منصب اور عہدے کیلئے مکمل اہلیت والا کوئی نہ ملے تو میسر لوگوں میں قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے۔

احادیث میں ادائے امانت کی تاکید

حضور اکرم ﷺ نے اداء امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت انس فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہو گا کہ رسول کریم ﷺ نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو: جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

خیانت نفاق کی علامت ہے

حدیث: حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز نفاق کی علامتیں بتلاتے ہوئے ایک علامت یہ بتلائی کہ جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری، مسلم)

حدیث: بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ، رسول اور سب مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کردی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو (اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں) قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری، کتاب العلم)

محفل یا میٹنگ کی بات بھی امانت ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: المجالس بالامانۃ۔ یعنی محفل یا میٹنگ امانتداری کے ساتھ ہونی چاہئیں۔

مطلب یہ ہے کہ مجلس یا میٹنگ میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے، ان کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔ آن لائن سوشل گروپس یا آن لائن میٹنگ کی گفتگو بھی شامل ہے۔

مشورہ بھی امانت ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: المستشار مؤتمن۔ یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو، اگر جانتے ہوئے خلاف مشورہ دے دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا، اسی طرح کسی نے آپ سے اپنا راز کہا تو وہ اس کی امانت ہے، بغیر اس کی اجازت کے کسی سے کہہ دینا خیانت ہے۔ آیت مذکورہ میں ان تمام امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔

امانت، دیانت سے عاری شخص کا کوئی دین ایمان نہیں ہوتا

حدیث: لا ایمان لمن لا امانتہ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ۔۔۔

جس شخص کے اندر امانتداری نہیں اس کے اندر ایمانداری نہیں اور جس شخص کے اندر عہد وحلف کی پاسداری نہیں اس کے اندر کوئی دینداری نہیں۔

یہاں تک پہلی آیت کے ابتدائی جملہ کی تفسیر تھی، آگے آیت کے دوسرے جملہ کی تفسیر ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ: کہ فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے ساتھ کیا کرو۔

آیت میں امانت کا حکم دینے کے بعد عدل وانصاف کا حکم دیا گیا۔ آیت کے پہلے جملہ میں ادائے امانت کا حکم ہے اور دوسرے میں عدل وانصاف کا۔ اس ترتیب یعنی پہلے امانت اور پھر انصاف کے اندر نہایت لطیف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ

عدل وانصاف کا قیام اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا کہ جن کے ہاتھ میں انصاف کرنے کے اختیارات ہوں وہ پہلے صادق و امین نہ ہوں۔ اس ترتیب کا یہ تقاضا ہے کہ امارت، حکومت اور عہدوں پر صرف انہی لوگوں کو مقرر کیا جائے جو باصلاحیت اور اہل ہونے کے ساتھ ساتھ امانت و دیانت کی رو سے بھی اپنے منصب یا عہدہ کے اہل ہوں ورنہ نتیجہ یہ ہو گا کہ نااہل، خائن اور کرپٹ لوگ عہدوں پر قابض ہو جائیں گے اور عدل وانصاف ممکن نہیں رہے گا۔ لہٰذا انصاف کیلئے پہلے دیانتدار اور امانتدار لوگوں کا عدل کے مناصب پر فائز ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک رشوت خور یا خائن جج کو عدالت میں بٹھا دیا جائے گا تو اس سے انصاف قائم کرنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ اس نے تو انصاف کا قتل عام ہی کرنا ہے۔ اس لئے آیت میں عدل سے پہلے امانت کا حکم دیا گیا۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ: اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے بَيْنَ النَّاسِ فرمایا بین المسلمین یا بین المومنین نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ فرمادیا کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں، مسلم ہوں یا غیر مسلم، دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہم وطن، ہم رنگ، ہم زبان ہوں یا غیر۔ فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے الگ ہو کر عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ کریں۔ جب کوئی مقدمہ ان کے پاس آئے تو نسل و وطن اور رنگ و زبان یہاں تک کہ مذہب و مسلک کا امتیاز کئے بغیر عدل وانصاف کا فیصلہ کریں۔

پچھلی امتوں کی ایک خامی یہ تھی کہ وہ انصاف کی روح سے خالی ہو گئے تھے۔ وہ شخصی اور قومی اغراض کے لیے بے تکلف ایمانداری نگل جاتے تھے۔ صریح ہٹ دھرمی برت جاتے تھے۔ انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے میں انہیں ذرا تامل نہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس بے انصافی پر تنبیہ کرنے کے بعد مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ تم کہیں ایسے بے انصاف نہ بن جانا۔ خواہ کسی سے دوستی ہو یا دشمنی، بہرحال بات جب کہو انصاف کی کہو اور فیصلہ جب کرو عدل کے ساتھ کرو۔

حدیث: ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ سب سے پہلے اللہ کے سایہ کے نیچے کون جائے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس بات کا زیادہ علم ہے، تو پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے:

1۔ جن کے سامنے جب حق آجائے تو فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

2۔ اور جب ان سے سوال (یعنی خیرات کرنے کا تقاضا) کیا جاتا ہے تو مال کو خرچ کرتے ہیں۔

3۔اور جب وہ فیصلہ کرتے ہیں تو ایسا عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے لئے کرتے۔

اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَأْوِيْلًا۔ (النساء۔59)

اے ایمان والو! فرمانبر داری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبر داری کرو رسول اللہؐ کی اور تم میں سے اولی الامر (اختیار والوں کی)۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف (یعنی قرآن کی طرف) اور رسولؐ کی طرف (یعنی احادیث و سنت رسولؐ کی طرف)، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

O People of Faith! Obey Allah and obey the Messenger and those in authority among you. Should you disagree on anything, then refer it to Allah and His Messenger, if you ˹truly˺ believe in Allah and the Last Day. This is the best and fairest resolution. (4:59)

This verse is the foundation of Islamic faith. It contains basic instruction regarding Islamic practices. A Muslim shows obedience to Allah and his Prophet and also shows obedience to those who are in authority among them.

یہ آیت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ اس آیت سے اخذ ہونے والے اہم نکات یہ ہیں:

1۔اسلام کے تصور دین میں اطاعت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ایک مسلمان کیلئے اللہ کی اطاعت اور فرمانبر داری ضروری ہے۔ رسول کی اطاعت بھی دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ باقی اطاعتیں اس کے بعد ہیں۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق۔ خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

2۔اسلامی نظام کی دوسری بنیاد رسول کی اطاعت ہے۔ اسی مضمون کو یہ حدیث واضح کرتی ہے:

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

3۔مذکورہ بالا دونوں اطاعتوں کے بعد اور ان کے ماتحت تیسری اطاعت جس کا نام **اولی الامر کی اطاعت** ہے۔اولی الامر کے مفہوم میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو اجتماعی معاملات کے سربراہ کار ہوں، خواہ وہ آئمہ و علماء ہوں یا ملکی انتظام کرنے والے حکام یا عدالتی فیصلے کرنے والے جج غرض جو جس حیثیت سے بھی مسلمانوں کا صاحب امر ہے وہ اطاعت کا مستحق ہے، اور اس سے انحراف کرکے اجتماعی زندگی میں خلل ڈالنا درست نہیں ہے۔

مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے اولی الامر کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔اس حوالے سے **اطاعت کی شرائط و آداب** اور حدود و قیود مختلف ہیں جن کا انحصار مقامی اور معاشرتی حالات، ملکی قوانین پر بھی ہے۔

اولی الامر سے کون مراد ہے؟

اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و انتظام ہو۔اس کے بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں:

1۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ نے اولی الامر کے مصداق **علماء و فقہاء** کو قرار دیا ہے کہ وہ حضور اکرمؐ کے نائب ہیں اور دین کا نظام و انتظام ان کے ہاتھ میں ہے۔

2۔بعض صحابہ کرام جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل ہیں، فرمایا کہ: اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں **نظام حکومت** ہے۔

امام ابو بکر حصاص اولی الامر کی تعیین کے بارے میں ان **دونوں اقوال** کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اولی الامر سے یہ دونوں مراد ہیں۔البتہ اس پر بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد فقہاء نہیں ہوسکتے، کیونکہ اولی الامر اپنے لفظی معنی کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جن کا حکم چلتا ہو اور ظاہر ہے کہ فقہاء کا یہ کام نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حکم چلنے کی دو صورتیں ہیں ایک **قانونی طریقے سے** وہ تو صرف اہل حکومت ہی کرسکتے ہیں دوسری صورت **اعتقاد و اعتماد** کی وجہ سے حکم ماننے کی ہے، وہ علماء و فقہاء ہی کو حاصل ہے جس کا مشاہدہ عام مسلمانوں کے حالات سے ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ دین کے معاملات میں عام مسلمان اپنے اختیار سے ہی علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں۔اور

ازروئے دین ان پر ان کے احکام کی اطاعت ضروری بھی ہے، لہٰذا اس وجہ سے ان پر بھی اولی الامر کا اطلاق صحیح ہے۔(احکام القرآن للجصاص)

تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ اولی الامر کا اطلاق دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء کو بھی اور حکام و امراء کو بھی، کیونکہ معاشرتی نظام ان دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لحاظ سے اولی الامر کا لفظ عام ہے۔ امراء یعنی اولی الامر اور علماء دونوں اس سے مراد ہیں جیسے کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا: لولا ینھاھم الربانیون۔۔۔یعنی ان کے علماء نے انہیں جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہ روکا؟ اور دوسری جگہ فرمایا گیا: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ جاننے والوں سے پوچھ لیا کرو کہ اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اولی الامر یا علماء فقہاء کی اطاعت مشروط ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیتہ الخالق۔ اللہ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔ سنو فرمانبرداری صرف معروف میں ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان پر سننا اور ماننا فرض ہے چاہے دل چاہے یا نہ چاہے لیکن اس وقت تک کہ (اللہ و رسولؐ کی) نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، جب نافرمانی کا حکم ملے تو سمع و اطاعت ضروری نہیں۔ (ابوداؤد)

حدیث: بخاری شریف میں ہے سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام امیر بنایا گیا ہو۔

حدیث: مسلم شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ (رض) فرماتے ہیں مجھے میرے خلیل یعنی رسالت مآب ﷺ نے سننے کی وصیت کی اگرچہ ناقص ہاتھ پاؤں والا حبشی غلام ہی صاحب امر ہو۔

ان تمام احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ اولی الامر یا علماء کی اطاعت صرف اس لیے کرنی ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام و فرمودات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ارشاد و ہدایت اور رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء و فقہا بھی دینی امور و معاملات میں حکام کی طرح یقیناً مرجع عوام ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی صرف اس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ عوام کو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات بتلائیں لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کے لیے ان کی اطاعت بھی ضروری نہیں بلکہ انحراف کی صورت میں جانتے بوجھتے ان کی اطاعت کرنا معصیت اور گناہ ہوگا۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ ایک مسلمان کیلئے چاہے وہ جس ملک میں بھی رہائش پذیر ہو مقامی اور ملکی قوانین کا احترام ضروری ہے اور کسی قانون یا اصول کو توڑنا درست نہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصلاح کیلئے پر امن کوششیں اور اسلام کا پیغام دعوت و محبت کا پرچار بھی کرتے رہنا چاہئے۔

چھٹا رکوع: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا۔۔۔(النساء۔60)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

طاغوت سے اجتناب، قرآن وسنّت سے اعراض کرنے والے، مصالحت اور صلح میں دھوکہ بازی، منافقین سے چشم پوشی اور نصیحانہ رویہ اور قول بلیغ کی تاکید، محبت واطاعت رسولؐ کا اجر: جنت میں رفاقت رسولؐ، رفاقت رسولؐ میں معاون اعمال، رسول اللہ کی رفاقت کسی رنگ، نسل پر موقوف نہیں، نیک لوگوں کا ساتھ اور صحبت اللہ کا فضل ہے (ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین۔۔)

طاغوت سے اجتناب

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭوَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔(النساء۔60)

اے نبیؐ! تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں طاغوت سے انکار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who claim they believe in what has been revealed to you and what was revealed before you? They seek the judgment from unjust judges, which they were commanded to abjure. And Satan ˹only˺ desires to lead them farther away. (4:60)

This shows that the hypocrites were inclined to refer to the Prophet (peace be on him) those cases in which they expected a favourable decision. When they feared an adverse judgement, they refused to refer to the Prophet (peace be on him).

یہ آیت ان منافقین کے بارے میں اتری ہے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن درپردہ دور جاہلیت کی طرف جھکنا چاہتے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا۔ (البقرۃ:170) یعنی جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی فرمانبرداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی پر ہی اڑے رہیں گے۔ ایمان والوں کا جواب ایسا تو نہیں ہوتا بلکہ ان کا جواب دوسری آیت میں اس طرح مذکور ہے: اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی ایمان والوں کو جب اللہ رسول کے فیصلے اور حکم کی طرف بلایا جائے تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے تہ دل سے قبول کیا۔ (النور:51)

یہ آیت اپنے حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ یہ آیت ہر اس شخص کی مذمت کا اظہار کرتی ہے جو کتاب و سنت سے روگردانی کرے۔ اپنے فیصلے قرآن و سنت کے خلاف کرائے۔

طاغوت کا ایک مطلب متکبرانہ انداز میں حق سے منہ موڑ لینا بھی ہے۔

قرآن و سنّت سے اعراض کرنے والے

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔ (النساء۔61)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول (یعنی سنت رسولؐ) کی طرف آجاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں۔

Turning away from the truth

When it is said to them, Come to Allah's revelations and to the Messenger," you see the hypocrites turn away from you from you in aversion. (4:61)

اسی منافقانہ طرزِ عمل کے بارے میں اگلی آیت میں مزید فرمایا گیا:

مصالحت میں دھوکہ بازی

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا۔ (النساء۔62)

پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب اِن کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے؟ اُس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔

Pretending reconciliation

But what happens when some misfortune visits them because of their own misdeeds, then they come to you swearing by Allah, saying: We intended nothing but goodwill and reconciliation. (4:62)

یعنی یہ مخصوص لوگ (یعنی منافقین) جب اپنے ہی شامت اعمال اور کرتوتوں کی وجہ سے عتاب الٰہی کا شکار ہو کر مصیبتوں میں پھنستے ہیں تو پھر آ کر کہتے ہیں کہ ہم تو صرف صلح، مصالحت اور بھلائی چاہتے ہیں۔

منافقین کے اس طرزِ عمل کے باوجود مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ ان سے خیر خواہانہ رویہ رکھیں، ان کو نصیحت اور بھلائی کی تاکید کرتے رہیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا گیا:

منافقین سے چشم پوشی، نصیحانہ رویہ اور قولِ بلیغ کی تاکید

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا۔ (النساء۔63)

اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ بس آپ ان سے چشم پوشی کیجئے، انہیں نصیحت کرتے رہئے اور انہیں ایسا وعظ کیجئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

˹Only˺ Allah knows what is in their hearts. So,leave them alone, (do not punish them) but admonish them, and address them in effective words that will shake their hearts and souls. (4:63)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم نے ان کے دلوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہیں (جس پر ہم ان کا مواخذہ کریں گے) لیکن اے پیغمبر! آپ ان کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے درگزر ہی فرمایئے۔ ان منافقین کو آپ خیر خواہانہ نصیحت فرمادیں جو ان کے دلوں پر اثر انداز ہو، یعنی آخرت کا خوف دلا کر ان کو مخلصانہ اسلام کی طرف دعوت دیں اور نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے ان کے اندر کی اصلاح کی کوشش جاری رکھئے!۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام کی سازشوں، گستاخانہ رویوں، جاہلانہ عادات اور غیر اخلاقی حرکات کو چشم پوشی، عفوودرگزر، وعظ، نصیحت اور قول حسن کے ذریعے سے ہی ناکام بنانے کی سعی کی جانی چاہئے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ادفع بالتی ھی احسن۔ یعنی برائی کو اچھائی سے مٹاؤ۔

اطاعت رسول ﷺ ہی ضامن نجات ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَـهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء۔64)

ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسولؐ بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔

We only sent messengers to be obeyed by Allah’s Will. If only those ˹hypocrites˺ came to you ˹O Prophet˺—after wronging themselves—seeking Allah’s forgiveness and the Messenger prayed for their forgiveness, they would have certainly found Allah ever Accepting of Repentance, Most Merciful. (4:64)

The purpose of this verse is that Prophets were sent to be followed and obeyed.

مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں ہی توبہ واستغفار ضروری اور کافی ہے۔ لیکن یہاں فرمایا جارہا ہے کہ: اے پیغمبرؐ! وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور تو بھی ان کے لئے مغفرت کرتا۔ یہ اسلوب اس لئے اپنایا گیا کہ چونکہ انہوں (منافقین) نے رسول اللہؐ کو نظر انداز کرکے اپنے تنازعات کے فیصلوں کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کرکے آپؐ کا استخفاف کیا تھا۔ اس لئے اس کے ازالے کے لئے انہیں آپؐ کے پاس آنے کی تاکید کی گئی۔

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپؐ اس کے لئے دعا مغفرت کردیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور حضورؐ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ یہ بعض سلف صالحین کا قول ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اصل بخشش عطا کرنے والی ذات صرف اللہ رب العالمین کی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہؐ کو دفن کرکے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار و قطار روتے ہوئے آیت مذکورہ (النساء۔64) کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعاء مغفرت کردیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھا ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک یعنی تیری مغفرت کردی گئی۔ (تفسیر بحر محیط)

کہتے ہیں کہ صاحب علم روضہ رسولؐ کی زیارت کیلئے گئے تو خیال پیدا ہوا کہ بہت مبارک مقام، رسول اللہؐ سے کوئی دعا کروں، کوئی چیز مانگوں، اولاد مانگوں، رزق مانگوں، لیکن اسی وقت خیال آیا کہ خود آپ ﷺ کس سے مانگتے تھے؟ آپؐ نے تو جب بھی دعا کی تو اللہ ہی سے کی، جب بھی مانگا تو اللہ ہی سے مانگا۔ لہٰذا ہمیں بھی دعا اسی ہستی سے مانگنی چاہئے جس سے خود رسول اللہؐ مانگتے تھے۔

اگلی آیت میں منافقین پر یہ بات واضح کی جارہی ہے کہ جب تک وہ رسول اللہ کو اپنا فیصل نہیں مانتے اس وقت تک ان کا ایمان خطرے میں ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء-65)

سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

By your Lord, they will not be true believers until they let you decide between them in all matters of dispute and find no resistance in their souls to your decisions, accepting them and submit wholeheartedly. (4:65)

This principle was explained by the Prophet (PBUH) in a Hadith: None of you can become a believer until his desires become subservient to what I have brought (my teachings).

آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی کسی بات (حدیث) سے اختلاف ایمان کے منافی ہے۔ یہ آیت منکرین حدیث کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اطاعت رسولؐ سے انحراف اسلام سے انحراف ہے۔ اس آیت میں رسول اکرمؐ کی عظمت اور علو مرتبت کے اظہار کے ساتھ آپ کی اطاعت کی واضح تشریح فرمائی گئی کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن یا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضورؐ کے مقام و مرتبہ کو اور آپؐ کے احکامات (احادیث و سنن) کو ٹھنڈے دل سے تسلیم نہ کرے اور اس بارے میں اپنے دل میں کوئی تنگی بھی نہ پائے۔ تنگی پانے کا مطلب یہ ہے کہ جو کام حضورؐ سے قولاً یا عملاً ثابت ہو، اس کے کرنے سے دل میں تنگی محسوس کرنا بھی ضعف ایمان کی علامت ہے، مثلاً جہاں شریعت نے تیمم کرکے نماز پڑھنے کی اجازت دی وہاں تیمم کرنے پر جس شخص کا دل راضی نہ ہو وہ اس کو تقوی نہ سمجھے بلکہ اپنے دل کا روگ سمجھے، حضور اکرمؐ سے زیادہ کوئی متقی نہیں ہو سکتا جس صورت میں حضورؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور خود بیٹھ کر ادا فرمائی، اگر کسی شخص کا دل اس پر راضی نہ ہو اور ناقابل برداشت محنت و مشقت اٹھا کر کھڑے ہی ہو کر نماز ادا کرے، تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دل میں روگ ہے۔ ہاں معمولی ضرورت یا تکلیف کے وقت اگر رخصت کو چھوڑ کر عزیمت پر عمل کرے تو درست ہے، مگر مطلقاً شرعی رخصتوں سے تنگدلی محسوس کرنا کوئی تقوی نہیں۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنے سے خوش ہوتے ہیں اسی طرح رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی پسند فرماتے ہیں۔

دین ودنیا کے معاملات میں ایک مسلمان کیلئے سب سے بہتر طریقہ وہی ہے جو خود حضور اکرم ﷺ کا اپنا معمول رہا اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کا جس پر عمل رہا۔ اس آیت کا حکم صرف حضورؐ کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لئے ہے جو کچھ اللہ کی طرف سے نبی اکرمؐ لائے ہیں اور جس طریقہ پر اللہ کی ہدایت وراہنمائی کے تحت آپ نے عمل کیا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امّت مسلمہ کیلئے فیصلہ کن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے ہی پر آدمی کے مومن ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لایومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

محبت واطاعت رسولؐ کا اجر: جنّت میں رفاقت رسولؐ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا۔ (النساء۔69)

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ یہ بہترین رفیق ہیں۔

And whoever obeys Allah, and the Messenger will be in the company of those blessed by Allah: the Prophets, the people of truth, the witnesses who testify *(Shuhada)*, and the righteous—what honourable company! (4:69)

Siddiq denotes someone who is utterly honest, devoted to the truth, upright and straightforward in his dealings. He supports nothing but truth and justice and does so with sincerity. He never supports falsehood. Even his enemies testify his habit of truth and justice.

The term ***Shahid*** (or *Shuhada*) means 'witness'. It signifies one who attests to the truth of his faith with his whole life. His confession of faith is backed by a deep, genuine sacrifice. The term shahid is also applied to those outstandingly honest people who are so trustworthy that

their testimony, on any matter, is accepted without hesitation.

Salih **means pious whose intentions, words and deeds, are based on righteousness. In short, he is a person whose life as a whole is oriented to righteousness.**

آیت کا شان نزول: ابن جریر میں ہے کہ ایک انصاری حضور ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ سخت مغموم ہیں سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ حضورؐ! یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں آجاتے ہیں، دیدار بھی ہو جاتا ہے اور صحبت بھی میسر آجاتی ہے۔ لیکن کل قیامت کے دن تو آپؐ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے ہم تو آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔ حضورؐ نے کچھ جواب نہ دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضورؐ نے ایک آدمی بھیج کر اس صحابی کو یہ خوشخبری سنادی۔ بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور ہمیں اس سے کم تر مقام ملے گا اور یوں ہم جنت میں آپؐ کی صحبت، رفاقت اور دیدار سے محروم رہیں گے جو ہمیں دنیا میں حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر ان کی تسلی کا سامان فرمایا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

رفاقت رسولؐ میں معاون اعمال

اس آیت میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا صلہ بتلایا جا رہا ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: المرء مع من احب۔ آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہو گی۔

حدیث: بعض صحابہ کرام نے بطور خاص نبی اکرمؐ سے جنت میں رفاقت کی درخواست کی: اسالک مرافقتک فی الجنۃ۔ میں جنت میں آپؐ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ جس پر نبی اکرمؐ نے انہیں کثرت سے نفلی نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی: فأعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ پس تم کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔

حدیث: ایک اور حدیث ہے: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔ راست باز، امانت دار، تاجر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی)

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام کو جتنی خوشی اس فرمان رسولؐ کو سن کر ہوئی اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی، کیونکہ وہ جنت میں بھی رسول اللہؐ کی رفاقت پسند کرتے تھے۔

حضرت انس فرماتے ہیں واللہ میری محبت تو حضورؐ سے ہے حضرت ابو بکر (رض) سے ہے اور حضرت عمر (رض) سے ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے بھی انہی کے ساتھ اٹھائے گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کسی رنگ نسل پر موقوف نہیں

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک کالا حبشی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا جو پوچھنا ہو پوچھو؟ اس نے پوچھا: یارسول اللہؐ! آپ کو صورت میں رنگ میں نبوت میں اللہ عزوجل نے ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لاؤں جس پر آپ ایمان لائے ہیں اور ان احکام کو بجالاؤں جنہیں آپ بجالا رہے ہیں تو کیا جنت میں آپ کا ساتھ ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں ضرور (تم اپنی کالی رنگت اور بدصورتی سے نہ گھبراؤ)۔۔۔ (رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر بحوالہ ابن کثیر)

اسی حبشی کے سوال وجواب ہی پر سورۃ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی: هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيأً مذكوراً۔ حبشی نے حیرت سے سوال کیا یارسول اللہ میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپ کی مبارک آنکھیں مشاہدہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ضرور۔۔۔۔

دعا: یااللہ تو ہمارے دل بھی اپنے پیارے حبیب نبی اکرم ﷺ کی محبت سے بھر دے اور ہمارا حشر بھی انہی کے ساتھ کر دے۔ آمین

صدیقین سے مراد کمال ایمان و کمال اطاعت کے حامل لوگ ہیں۔ نبوت کے بعد اس کا مقام ہے۔ امت مسلمہ میں اس مقام میں **حضرت ابو بکر صدیق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے ممتاز ہیں۔ اور اسی لیے بالاتفاق بعد از انبیاء علیہم السلام افضل ہیں۔ صدیق سے مراد وہ شخص ہے جو نہایت **راستباز** ہو، جس کے اندر **صداقت پسندی** اور حق پرستی کمال درجہ پر ہو، جو اپنے معاملات اور برتاؤ میں ہمیشہ سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کرے، جب ساتھ دے تو حق اور انصاف ہی کا ساتھ دے اور سچے دل سے دے، اور جس چیز کو حق کے خلاف پائے اس کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو جائے اور ذرا کمزوری نہ دکھائے۔ جس کی سیرت ایسی ستھری اور بے لوث ہو کہ اپنے اور غیر کسی کو بھی اس سے خالص راست روی کے سوا کسی دوسرے طرز عمل کا اندیشہ نہ ہو۔

شہید کے اصل معنی گواہ کے ہیں۔اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی صداقت پر اپنی زندگی کے پورے طرز عمل سے شہادت دے۔اللہ کی راہ میں لڑ کر جان دینے والے کو بھی شہید اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ایسے راستباز لوگوں کو بھی شہید کہا جاتا ہے جو اس قدر قابل اعتماد ہوں کہ جس چیز پر وہ شہادت دیں اس کا صحیح وبرحق ہونا بلا تامل تسلیم کر لیا جائے۔

صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ادخلو فی السلم کافّہ کا مصداق بنیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کامل طور پر ادا کریں۔ صالح سے مراد وہ شخص بھی ہے جو اپنے خیالات اور عقائد میں، اپنی نیت اور ارادوں میں اور اپنے اقوال و افعال میں راہ راست پر قائم ہو اور فی الجملہ اپنی زندگی میں نیک رویہ رکھتا ہو۔

وہ انسان خوش قسمت ہے جسے ایسے لوگوں کی صحبت اور رفاقت دنیا و آخرت میسر آجائے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ہمیشہ یہی تمنا رہی ہے کہ ان کو نیک لوگوں کی سوسائیٹی نصیب ہو اور مر کر بھی وہ نیک ہی لوگوں کے ساتھ رہیں۔

نیک لوگوں کی رفاقت اللہ کا فضل ہے

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭوَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔ (النساء۔70)

یہ اللہ کی طرف سے فضل و کرم ہے اور حقیقت جاننے کے لیے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے (یعنی اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے فضل و کرم کا حقدار ہے)۔

This is Allah’s bounty, and Allah fully knows ˹who deserves it˺. (4:70)

ساتواں رکوع: يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔۔۔ (النساء۔71)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں اسلام دشمن عناصر سے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ہدایت، متحد اور طاقتور ہو کر زندہ رہو، اپنا دفاع مضبوط کرو، مدافعانہ صلاحیتیں پیدا کرو، منافقین کی مفاد پرستی، مظلوم کی فریاد، ظلم اور گھٹن کے ماحول میں نجات کی دعا، دعا بندہ مومن کا ہتھیار۔ مظلوم کی دادرسی۔

طاقتور اور متحد ہو کر زندہ رہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔۔۔ (النساء۔71)

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان مکمل رکھو۔۔۔

O You who have faith! Take your precautions...(4:71)

یعنی اپنا دفاع مضبوط رکھو۔ اپنی حفاظتی تدابیر اور بچاؤ اختیار کرو۔ ایک حدیث مبارکہ کے اندر آپ ﷺ نے فرمایا: لا تتمنو لقاء العدو، فاذا لقیتم فاصبرو۔ کہ جنگ کی آرزو نہ کرو لیکن اگر جنگ مسلط کر دی جائے تو ثابت قدمی دکھاؤ۔

منافقین کی مفاد پرستی

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا۔ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔(النساء۔72۔73)

اور یقیناً تم میں بعض وہ بھی ہیں جو پس و پیش کرتے ہیں پھر اگر تمہیں کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کوئی نعمت نصیب ہو جائے تو یہی (منافق افسوس کرتے ہوئے) یوں کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کچھ دوستی ہی نہ تھی کہ اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

Opportunist People

There will be some among you who will lag behind so that if you face a disaster, they will say, “Allah has blessed us for not being there among them. But if you return with Allah’s bounties, they will say—as if there had been no bond between you—“We wish we had been there with them to share the great gain! (4:72-73)

ظلم اور گھٹن کے ماحول سے نجات کی دعا

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا۔ (النساء۔74)

اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

Dua for Rescue

Our Lord! Rescue us from this town whose people are oppressors! By Your grace, give us a protector and give us a helper! (4:75)

This refers to those persecuted men, women and children of Makkah and other areas who had embraced Islam but were able neither to emigrate nor to protect themselves from the oppression. This oppression was happening just because of their faith. These helpless people suffered many forms of persecution and prayed for rescue against oppression. This Dua or prayer is open and anyone who face oppression can recite this Dua to attract Allah's mercy.

اشارہ ہے ان مظلوم بچوں، عورتوں اور مردوں کی طرف جو مکہ میں اور عرب کے دوسرے قبائل میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر نہ ہجرت پر قادر تھے اور نہ اپنے آپ کو ظلم سے بچا سکتے تھے یہ غریب طرح طرح سے تختہ مشق ستم بنائے جا رہے تھے۔ ظالموں کی بستی سے یہاں مراد مکہ ہے۔ ہجرت کے بعد وہاں باقی رہ جانے والے مسلمان خاص طور پر بوڑھے مرد، عورتیں اور بچے قریش مکہ کے ظلم ستم سے تنگ آ کر اللہ کی بارگاہ میں مدد کی دعا کرتے تھے۔ یہ دعا عام ہے اور کوئی بھی مجبور ولاچار شخص مصیبت اور پریشانی بالخصوص گھٹن کے ماحول میں اس دعا کا ورد کر سکتا ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناسازگار حالات اور مصائب میں دعا ایک بہترین علاج ہے۔

دعا بندہ مومن کا ہتھیار

حدیث: الدعاء سلاح المؤمن ، وعماد الدين ، ونور السماوات والأرض۔ دعا ایک بندہ مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان و زمین کا نور ہے۔ (صحیح حدیث)

اس آیت سے ایک اہم ہدایت بھی معلوم ہوتی ہے کہ مظلوم کی فریاد کی دادرسی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ایک حدیث کے مطابق مظلوم کی دعااور عرش کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔

حدیث: حضرت براء بن عازب روایت فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا:

1۔جنازہ کے ساتھ چلنا۔

2۔مریض کی عیادت کرنا۔

3۔دعوت کو قبول کرنا۔

4۔مظلوم کی مدد کرنا۔

5۔قسم،عہد یا حلف پورا کرنے میں دوسرے کی مدد کرنا۔

6۔سلام کا جواب دینا۔

7۔چھینک کا جواب دینا یعنی یرحمک اللہ کہنا۔ (بخاری)

آٹھواں رکوع:اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ۔۔۔(النساء۔77)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

مکی دور جیسے مشکل حالات میں ہدایات،موت مضبوط قلعوں میں بھی آسکتی ہے،ہماری بعض پریشانیاں خودساختہ ہیں(ماصابک من سئیۃ فمن نفسک)،دنیاوی آزمائشوں اور مشکلات کے پیچھے حکمتیں،سنّت کی آئینی حیثیت، رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت (من یطع الرّسول فقد اطاع اللہ)۔اعراض اور توکل،پر مذہبی رہنما کیلئے ہدایت(فاعرض عنھم وتوکل علی اللہ)،قرآن میں تدبر کرو(افلایتدبرون القرآن)،حسن معاشرت کا ایک اصول،افواہوں اور پروپیگنڈوں پر کان نہ دھرو،کوئی خبر ملے تو پہلے تحقیق کرلیا کرو،اللہ کا فضل،بھلائی کی سفارش،سفارش پر معاوضہ رشوت ہے،سلام کے فضائل و آداب(واذا حییتم بتحیۃ فحیّوا باحسن منھا اوردّوھا)۔ یوم حشر کی حاضری سب کیلئے۔

مکی دور جیسے حالات میں ہدایات

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰ تُوا الزَّکٰوۃَ۔۔۔ (النساء۔77)

تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔۔۔

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who had been told, "Hold back their hands (from fighting) Rather, establish prayer and pay Zakat?

مکے میں مسلمان چونکہ تعداد اور وسائل کے اعتبار سے لڑنے کے قابل نہیں تھے اس لئے مسلمانوں کی خواہش کے باوجود انہیں قتال سے روکا گیا اور انہیں صبر و ضبط کا درس دیتے ہوئے دو باتوں کی تاکید کی جاتی رہی:

1۔ ایک یہ کہ دشمنان اسلام کے ظالمانہ رویے کو صبر اور حوصلے سے برداشت کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں۔

2۔ دوسرے یہ کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے رہیں مثلاً نماز، زکوٰۃ اور دیگر عبادات پر عمل کا اہتمام کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔

یہ ہدایات عام ہیں اور مسلمان جہاں بھی اقلیت میں ہوں ان کو ان ہدایات کو سامنے رکھنا چاہئے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ بھی مراد لیا ہے کہ اصلاح معاشرہ سے پہلے اصلاح نفس مقدم ہے بالخصوص مکی دور جیسے حالات میں یا جہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہوں اور اعلانیہ دعوت دین سے بحیثیت کمیونٹی نقصان ہوتا ہو، ایسی ہر جگہ پر ان کو اصلاح معاشرہ سے پہلے اصلاح نفس پر توجہ دینی چاہئے۔ اسی حکمت کے پیش نظر مکہ کے ابتدائی دور میں بامر الٰہی اعلانیہ دین کی جدوجہد سے روکا گیا جس کا ذکر اس آیت کے اندر بھی ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰ تُوا الزَّکٰوۃَ۔۔ تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو (یعنی صبر کرتے رہو) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔۔ (النساء۔77)۔ اس نقطہ نظر کے حامی مفسرین اپنی دلیل میں اسی آیت کے حکم: اقیموا الصلوۃ واتوالزکوۃ۔۔۔ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم نماز اور زکوٰۃ کا دیا جو اصلاح نفس کا پہلا قدم ہے، اس حکم کے بعد معاشرتی اصلاح اور جدوجہد کے احکامات دیئے گئے جو اصلاح معاشرہ کا سبب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہئے، چنانچہ درجہ کے اعتبار سے بھی مشکل حالات میں قسم اول کا حکم فرض عین ہے اور ثانی کا فرض کفایہ ہے جس سے اصلاح نفس کی اہمیت اور اس کا مقدم ہونا ظاہر ہے۔ البتہ جس جگہ یا ملک میں مکی دور جیسے حالات یا مشکلات نہیں ہیں اور مسلمانوں کیلئے کوئی معاشرتی مشکلات، قانونی رکاوٹیں یا پریشانیاں نہیں ہیں وہاں ایک مسلمان پر اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ دونوں فرض عین ہیں۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ (النساء۔77)

(اے نبیؐ) کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور جو متقی و پرہیز گار ہے اس کے لئے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

Say, ˹O Prophet˺: The enjoyment of this world is so little, whereas the Hereafter is far better for those mindful ˹of Allah˺. And none of you will be wronged ˹even by the width of˺ the thread of a date stone.

موت مضبوط قلعوں میں بھی آسکتی ہے

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔ (النساء۔78)

(اے موت سے ڈرنے والو!) تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ اور جب انہیں بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔ کہہ دیجیے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

Wherever you may be, death will overcome you—even if you were in fortified towers. When something good befalls them, they say: This is from Allah, but when something evil befalls them, they say: This is from you. Say, ˹O Prophet˺ Both have been destined by Allah. So, what is the matter with these people? They can hardly comprehend anything! (4:78)

This Verse explains that death is inevitable.

The last part of the verse explains the behaviour of hypocrites. When such people encounter success, they forget that this grace came to them through the blessing of the Prophet (PBUH). When they face setbacks because of

their own faults and weaknesses they place the blame on the Prophet.

حدیث: عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ : أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي ، فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ : إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ ،وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں اس طرح رہو، جیسے تو مسافر یاراستہ چلنے والا ہو۔"عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو۔اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔(بخاری)

ہماری بعض پریشانیاں خودساختہ ہیں

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ (النساء۔79)

اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے (یعنی اسے اپنی خرابی نفس کی طرف منسوب کر)۔اے محمدؐ! ہم نے تم کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔

Whatever good befalls you is from Allah and whatever evil befalls you is from yourself. We have sent you ˹O Prophet˺ as a messenger to ˹all˺ people. And Allah is sufficient as a Witness. (4:79)

Both good and evil are destined by Allah. The good comes as Allah's reward for good deeds, whereas the bad comes as Allah's punishment for evil deeds. In some cases, bad things happen to good people to test their faith, or as an atonement for their sins, or as part of a process of

replacing something with what is better (e.g., a job or a spouse).

یعنی جب فتح وکامیابی نصیب ہوتی ہے تو اسے اللہ کا فضل قرار دیتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے ان پر یہ فضل نبی ہی کے ذریعہ سے فرمایا ہے۔ مگر جب خود اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کے سبب سے کہیں شکست ہوتی ہے اور بڑھتے ہوئے قدم پیچھے پڑنے لگتے ہیں تو سارا الزام نبی کے سر تھوپتے ہیں اور خود بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں۔ یہاں اشارہ منافقین مدینہ کی طرف ہے کہ وہ ناکامی کی صورت میں شکست کی ذمہ داری قبول کرنے کے بجائے ناکامی کا ملبہ نبی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

دنیاوی جزا و سزاء کے پیچھے حکمتیں

دنیاوی نعمتیں اللہ کے فضل وکرم سے ہیں یعنی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں ہے، کیونکہ نیکی کی توفیق بھی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی نعمتیں اتنی بے شمار ہیں کہ ایک انسان کی عبادت واطاعت اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس آیت میں یہ بھی اشارہ کر دیا گیا کہ انسان کو جو نعمت ملتی ہے وہ کوئی اس کا حق نہیں ہوتا، بلکہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے، انسان خواہ کتنی ہی عبادت کرے، اس سے وہ نعمت کا مستحق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ عبادت کی توفیق بھی تو اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے پھر اللہ کی نعمتیں بھی تو بے حساب ہیں: وان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ اللہ کی لامحدود نعمتوں کا حق ہماری محدود عبادات اور اطاعات سے کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟ خصوصاً جب کہ ہماری عبادت واطاعت بھی رب العالمین کے شایان شان نہ ہوں۔ اس لئے ہم سب کو ہر وقت اللہ کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہئے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں جو بھی جائے گا، محض اللہ کی رحمت سے جائے گا اپنے عمل کی وجہ سے نہیں صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے آپؐ نے فرمایا کہ: ہاں جب تک اللہ مجھے بھی اپنے دامن رحمت میں نہ ڈھانک لے۔ (صحیح بخاری)

جہاں نیکی اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے وہاں برائی بھی اگرچہ اللہ کی مشیت سے ہی آتی ہے۔ جیسا کہ کل من عند اللہ سے واضح ہے۔ مصیبت کا خالق بھی اللہ ہی ہے اور وہ اللہ کی مشیت اور حکمت کے تحت آتی ہے لیکن اس کے آنے کا سبب بعض دفعہ خود انسان کے اپنے اعمال ہوتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندے کو جو کوئی ہلکی یا سخت مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اللہ بہت سارے گناہوں کو (ویسے ہی) معاف فرما دیتے ہیں۔

یہ مصیبت کسی گناہ کی سزا یا کسی آزمائش کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے۔بہت ساری مصیبتیں انسان کے شامت اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔۔ یہاں سیئۃ سے مراد مصیبت ہے اس لئے فرمایا یہ تمہارے نفس سے ہے یعنی تمہاری غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہے۔جس طرح فرمایا: وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر۔ تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور بہت سارے گناہ تو اللہ معاف ہی فرما دیتا ہے۔

یہ مصیبت اور پریشانیاں اللہ کے نیک بندوں پر بھی آتی ہیں۔حدیث میں آتا ہے کہ:اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل۔۔۔سب سے زیادہ مشکل حالات اور پریشانیاں انبیاءؑ پر آئیں۔ان کے بعد جو بھی نیک ہوتا ہے اس پر مصائب اور مشکلات آتی ہیں۔ایک بندہ مومن کیلئے دنیا کے مصائب و تکالیف اس کے گناہوں کا کفارہ بن کر اخروی نجات کا سبب بن جاتی ہیں۔

حدیث: حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے ایک بندہ مومن کو کوئی مصیبت پریشانی پہنچتی ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔یہاں تک کہ جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک گناہ بھی نہیں ہوتا۔

ہر صاحب ایمان کو آزمائش کیلئے تیار رہنا چاہئے۔راہ حق میں مشکلات آسکتی ہیں: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔اور (ان آزماشوں میں) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ (البقرہ۔155)

اس کے بعد آیت کے اندر فرمایا گیا:

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا: اے محمدؐ! ہم نے تم کو تمام انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ کی رسالت تمام عالم اور تمام انسانیت کیلئے عام ہے۔یہ آیت ایک لحاظ سے ختم نبوت کی بھی دلیل ہے۔ وارسلنک للناس رسولاً اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرمؐ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، آپؐ محض عربوں کے لئے ہی رسول نہیں تھے، بلکہ آپ کی رسالت پورے عالم کے انسانوں کے لئے عام ہے۔خواہ اس وقت موجود ہوں یا آئندہ تا قیامت پیدا ہوں۔(تفسیر مظہری)

رسول ؐ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ (النساء۔80)

جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو منہ موڑ لے گا تو ہم نے آپ کو ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا (یعنی آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں)۔

Whoever obeys the Messenger has truly obeyed Allah. But whoever turns away, then ˹know that˺ We have not sent you ˹O Prophet˺ as a keeper over them. (4:80)

The task entrusted to the Prophet (PBUH) was to deliver the Divine directives to mankind. The Prophet performed his duty very well. It was not his duty to compel people to follow the right way, so that if they failed to follow the Islamic teachings, the responsibility was entirely theirs. Such people are responsible for their own conduct. The Prophet (PBUH) would not be questioned as to why they disobeyed.

یعنی یہ اپنے عمل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ان کے اعمال کی بازپرس تم سے نہ ہوگی۔ تمہارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ اللہ کے احکام وہدایات ان تک پہنچادو۔ یہ کام تم نے بخوبی انجام دے دیا۔ اب یہ تمہارا کام نہیں ہے کہ ہاتھ پکڑ کر انہیں زبردستی راہ راست پر چلاؤ۔ اگر یہ اس ہدایت کی پیروی نہ کریں جو تمہارے ذریعہ سے پہنچ رہی ہے، تو اس کی کوئی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ کیوں نافرمانی کرتے تھے۔

اعراض اور توکل

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ (النساء۔81)

آپ ان سے اعراض (یعنی چشم پوشی) کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اللہ اس ذمہ داری کے لئے کافی ہے۔

So, leave them alone and put your trust in Allah. And Allah is sufficient as a Guardian. (4:81)

رسول اللہ ﷺ کے دور میں کچھ لوگ (منافقین مدینہ) دورخی پالیسی رکھتے تھے، زبان سے کچھ کہتے ہیں دل میں کچھ ہوتا ہے۔ یہ لوگ آپؐ کی مجلس میں جو باتیں ظاہر کرتے ہیں، اپنی نجی مجلسوں میں ان کے برعکس باتیں کرتے اور سازشوں کے جال بنتے تھے۔ اس سے حضور اکرمؐ کو سخت کوفت ہوتی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اس آیت میں ایک خاص ہدایت دی گئی ہے۔ آپؐ! ان سے اعـــراض کریں یعنی چشم پوشی سے کام لیں اور اللــہ پر توکل کریں۔ ان کی باتیں اور سازشیں آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی کیونکہ آپ کا ولی اور کارساز اللہ ہے۔

ہر مذہبی رہنمـــاء کیلئے ہدایت

اس آیت میں دی گئی ہدایت ہر دینی پیشوا، ہر امام، ہر داعی الی اللہ اور ہر مربّی کیلئے بھی ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کا پیشوا اور رہنما ہو، اسے طرح طرح کی دشواریوں سے گذرنا پڑتا ہے، لوگ طرح طرح کے الٹے سیدھے سوالات اور الزامات اس کے سر ڈالیں گے۔ دوستی کے روپ میں دشمن بھی ہوں گے، ان سب چیزوں کے باوجود اس رہنما کو عـــزم واستقلال کے ساتھ اللہ کے بھروسہ پر اپنے کام سے لگن رکھنی چاہئے، اگر اس کی نیت، کوشش اور نصب العین صحیح ہو گا تو انشاءاللہ وہ ضرور کامیاب ہو گا۔ اور اس اخلاص کی بنیاد پر اللہ کے ہاں تو اجر ہے ہی، چاہے دنیاوی کامیابی یا عزت ملے یا نہ ملے۔

قرآن مـــیں تدبّر کرو

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (النساء۔82)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن سوائے اللہ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

Reflection upon Quran

Do they not then reflect on the Quran? Had it been from anyone other than Allah, they would have certainly found in it many inconsistencies. (4:82)

قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس میں فـــکر وتدبر کی دعوت دی جارہی ہے۔

اس سلسلے میں چند نکات قابل غور ہیں:

1۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے افلایتدبرون فرمایا افلایقرؤن نہیں فرمایااس سے بظاہر ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کا مقصد قرآن کو سمجھنااور اس پر غوروفکر یعنی تدبّر ہے نہ کہ صرف تلاوت وقرآت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تلاوت قرآن ایک بہت بڑی سعادت اور باعث اجروثواب ہے مگر یہ نزول قرآن کا مقصد نہیں ہے۔قرآن کا اصل مقصد اس کو پڑھ کر یا سمجھ کر اس پر عمل ہے اور اس کا پیغام یا دعوت دوسروں تک پہنچاناہے اور یہ مقصد تدبر قرآن سے ہی حاصل ہو سکتا ہے نہ کہ صرف تلاوت قرآن سے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ قرآن کا مطالبہ تدبر قرآن سب کیلئے ہے کہ ہر انسان اس کتاب کے مطالب میں غوروفکر کرے۔لہٰذا یہ سمجھنا کہ قرآن میں تدبر کرنا صرف علماء،فقہاء اور مجتہدین کا کام ہے درست نہیں۔البتہ تدبر اور تفکر کے درجات علم وفہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے،ایک مجتہد تدبر کرکے ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا جبکہ عام فرد صرف اپنا فہم قرآن حاصل کرے گا۔عوام اگر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی،جو کلید کامیابی ہے،البتہ عوام کے لئے غلط فہمی اور مغالطوں سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم یا استاد سے قرآن کو سبقاًسبقاًپڑھیں،یہ نہ ہوسکے تو کوئی مستند ومعتبر تفسیر کا مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے اپنی رائے سے فیصلہ نہ کریں بلکہ علماء سے رجوع کریں۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح پر کسی ایک فرد کی اجارہ داری نہیں ہے۔آدمی یہ نہیں کہ سکتا کہ تفسیر قرآن کو صرف فلاں فرد نے ہی سمجھا۔تدبر قرآن کیلئے ہر شخص کو یہ حق ہے کہ قرآن فہمی کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں وہ قرآن میں غوروفکر کرسکتا ہے۔البتہ جن اوصاف وشرائط کی ایک مجتہد کو ضرورت ہوتی ہے وہ اگر اس کے پاس نہیں ہیں تو اسے تفسیر بالرّائے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس آیت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی مسئلہ کی تصریح قرآن وسنت میں نہ ملے تو انہی میں غور فکر کرکے اس کا حل نکالنے کی کوشش کی جائے اور اسی عمل کو اصطلاح میں قیاس کہتے ہیں۔(قرطبی)

اسی آیت مسیں پھر فرمایا گیا:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (النساء۔82)

اگر یہ قرآن سوائے اللہ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید بعض منفرد خصوصیات کا حامل ہے:

1۔اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو اس کے مضامین اور بیان کردہ واقعات میں تعارض و تناقص ہوتا۔ کیونکہ ایک تو یہ کوئی مختصر سی کتاب نہیں ہے بلکہ ایک ضخیم اور مفصل کتاب ہے، جس کا ہر حصہ اعجاز و بلاغت میں ممتاز ہے۔ حالانکہ انسان کی بنائی ہوئی بڑی تصنیف میں زبان کا معیار اور اس کی فصاحت و بلاغت قائم ہی نہیں رہتی۔

2۔ دوسرے اس میں پچھلی قوموں کے وہ واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جنہیں اللہ علام الغیوب کے سواء کوئی اور بیان نہیں کر سکتا۔

3۔ تیسرے ان حکایات و قصص میں نہ باہمی تعارض و تضاد ہے اور نہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا کوئی جزئیہ قرآن کی کسی اصل سے ٹکراتا ہے۔ حالانکہ ایک انسان گزشتہ واقعات بیان کرے تو تسلسل کی کڑیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات میں تعارض و تضاد واقع ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے ان تمام انسانی کوتاہیوں سے مبراء ہونے کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ یقیناً کلام الٰہی ہے اس نے فرشتے کے ذریعے سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

اللہ کا فضل

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (النساء۔83)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوا باقی شیطان کی اتباع کر لیتے۔

Had it not been for Allah’s grace and mercy, you would have followed Satan—except for a few. (4:83)

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت ضعیف اور کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں بعض کمزور اور جلد باز مسلمانوں کا رویہ ان کی اصلاح کی غرض سے بیان کیا جارہا ہے۔ اس آیت کا یہ بھی مقصد ہے کہ بلا تحقیق باتوں کا پھیلانا یا جھوٹا پروپیگنڈہ کرنا گناہ اور بڑا فتنہ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہئے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: كفى بالمرء كذباً ان يحدث بكل ماسمع۔ یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کر دے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: من حدث بحدیث وھویری انہ کذب فھوا احد الکاذبین۔ یعنی جو آدمی کوئی ایسی بات بیان کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹی ہے تو دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا وہ بھی ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

بھلائی کی سفارش اور برائی کی سفارش

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا۔ (النساء-85)

جو بھلائی کی سفارش کریگا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا، اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

Promoting good cause or bad cause

Whoever intercedes for a good cause will have a share in the reward, and whoever intercedes for an evil cause will have a share in the burden. And Allah is Watchful over all things. (4:85)

It is all a matter of choice and selection. Which way you go, which way you promote? Good or Bad? One has the opportunity to struggle for good cause and also has the opportunity to promote bad or evil cause. But the consequences are obvious.

شفاعت یا سفارش سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں شفاعت یعنی سفارش کو اچھی اور بری دو قسموں میں تقسیم فرمایا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اچھی سفارش کرنے والے کو ثواب کا حصہ ملے گا اور بری سفارش کرنیوالے کو عذاب کا۔ جائز شفاعت یا سفارش کے لئے ایک تو یہ شرط ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو، دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا، آپ پہنچا دیں۔ اس کو شرعی اصطلاح میں سفارش کرنا کہتے ہیں۔ جو شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کے لئے

جائز طریقہ پر سفارش کرے تو اس کو ثواب کا حصہ ملے گا اور اسی طرح جو کسی ناجائز کام کے لئے یا ناجائز طریقہ پر سفارش کرے گا اس کو عذاب کا حصہ ملے گا۔

حدیث: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: الدال علے الخیر کفاعلہ یعنی جو شخص کسی نیکی پر کسی کو آمادہ کر دے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو۔ (البزار، والطبرانی)

اسی طرح ناجائز یا برے کام میں کسی کی مدد کرنا یا اس کی سفارش کرنا سخت گناہ ہے:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت میں حق تعالیٰ کی پیشی میں اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر یہ لکھا ہو گا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم و مایوس ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نیکی پر کسی کو آمادہ کرنا نیک عمل اور برابر کا ثواب رکھتا ہے اسی طرح بدی اور گناہ پر کسی کو آمادہ کرنا یا سہارا دینا بھی برابر کا گناہ ہے۔

دوسروں کی جائز مدد کی اسلام کے اندر تاکید آئی ہے:

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: واللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک وہ اپنے کسی بھائی کی امداد میں لگا رہے۔

سفارش پر کچھ معاوضہ لینا رشوت ہے اور حرام ہے۔

جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے، حدیث میں اس کو سخت حرام فرمایا ہے، اس میں ہر طرح کی رشوت داخل ہے، خواہ وہ مالی ہو یا یہ کہ اس کا کام کرنے کے عوض اپنا کوئی کام اس سے لیا جائے۔

تفسیر بحر محیط اور مظہری میں ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے اور دعا کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے:

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے کوئی دعاء خیر کرتا ہے، فرشتہ کہتا ہے: ولک بمثل یعنی اللہ تعالیٰ تیری بھی حاجت پوری فرمائیں۔

سلام کو رواج دینا

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا۔ (النساء۔86)

اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے (یا کوئی تحفہ یا دعا دے) تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اُسی طرح، اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ النساء۔86

And when you are greeted, respond with a better greeting or at least similarly. Surely Allah is a ˹vigilant˺ Reckoner of all things. (4:86)

In this Verse Muslims are asked to promote greetings and to pay at least as much respect and consideration to others as is paid to them – and preferably more. Good manners and courtesy are to be matched by the Muslims. In fact, the mission entrusted to the Muslims requires them to excel others in this respect.

شروع اسلام میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ کج خلقی سے نہ پیش آنے لگیں۔ اس لیے انہیں ہدایت کی گئی کہ جو تمہارے ساتھ احترام کا برتاؤ کرے اس کے ساتھ تم بھی ویسے ہی بلکہ اس سے زیادہ احترام سے پیش آؤ۔ شائستگی کا جواب شائستگی ہی ہے، بلکہ تمہارا منصب یہ ہے کہ دوسروں سے بڑھ کر شائستہ بنو۔ ایک مسلمان جو ایک داعی و مبلغ بھی ہوتا ہے، جس کی زندگی کا مشن اور مقصد سارے لوگوں کی بھلائی اور ہدایت ہوتا ہے اس کیلئے بد اخلاقی، ترش روئی اور تلخ کلامی مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اسے غیر مسلموں کے ساتھ تو اور اچھا رویہ رکھنا چاہئے۔

آیت میں تحیۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے اصل معنی ہیں الدعاء بالحیاۃ یعنی درازی عمر کی دعا دینا یہاں یہ سلام کرنے کے معنی میں ہے۔ (فتح القدیر)

ابن عربیؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے اور السلام علیکم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ رقیب علیکم یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے۔ اسلامی سلام تمام دوسری اقوام کے سلام سے بہتر ہے۔ دنیا کی ہر مہذب قوم میں اس کا رواج ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو کوئی کلمہ آپس کی موانست اور اظہار محبت کے لئے کہتے ہیں، لیکن موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسلامی سلام جتنا جامع ہے کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں، کیونکہ اس میں صرف اظہار محبت ہی نہیں، بلکہ ساتھ ساتھ دعائیہ کلمہ بھی ہے کہ سلام دینے والا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ آپ کو تمام آفات اور آلام سے

سلامت رکھیں۔ پھر حیات طیبہ کی دعاء ہے، یعنی تمام آفات اور آلام سے محفوظ رہنے کی، اسی کے ساتھ اس کا بھی اظہار ہے کہ ہم اور تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، ایک دوسرے کو کوئی نفع بغیر اس کے اذن کے نہیں پہنچا سکتا، اس معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ ایک عبادت بھی ہے اور دوسرے کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی۔ اسی کے ساتھ جو شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہا ہے کہ ہمارے ساتھی کو تمام آفات اور تکالیف سے محفوظ فرمادے تو اس کے ضمن میں وہ یہ وعدہ بھی کر رہا ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے مامون ہو، تمہاری جان، مال، آبرو کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔

ہمیشہ سلام کا اچھا جواب دو

حدیث: سلام کا اچھا جواب دینے کی تفسیر حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ السلام علیکم کے جواب میں ورحمتہ اللہ کا اضافہ اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ کے جواب میں وبرکاتہ کا اضافہ کر دیا جائے۔ لیکن کوئی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہے تو پھر اضافے کے بغیر انہی الفاظ میں جواب دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ صرف السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں اور اس کے ساتھ ورحمتہ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور برکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ **(مسند احمد)**

اسلام جیسا کی اس کے نام سے ہی واضح ہے کہ امن اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ ایک مومن بندہ جب دوسرے سے ملتا ہے تو سب سے پہلے سلامتی ہی کی دعا (السلام علیکم: تم پر سلامتی ہو، اللہ کی امان میں رہو۔) کرتا ہے۔ یہ وہ پہلا پیغام ہوتا ہے جس کو ایک دوسرے سے ملتے وقت پہنچایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو سلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے۔ اس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ اس ایک جملے سے یہ بات کافی حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام امن اور سلامتی کا علم بردار ہے۔

ہر ایک کو سلام کرو

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

سلام کرو ہر شخص کو جسے تم جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے۔ **(بخاری، مسلم)**

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلا دو اور سلام کو عام کرو خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ **(بخاری، مسلم)**

سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے بری ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: البادی بالسلام بری من الکبر۔ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

حدیث: حضرت ابو امامہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں ابتداء کرے۔(مسند احمد، ترمذی)

اپنے گھروالوں کو بھی سلام کرو

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: بیٹے! جب گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو، یہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کیلئے باعث برکت ہو گا۔(ترمذی)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: أَوَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے باہمی محبت پیدا ہوتی ہے؟ آپس میں سلام دعا کی عادت ڈالو۔(مسلم)

سلام میں بخل نہ کرو

حدیث: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بڑا بخیل وہ آدمی ہے جو سلام میں بخل کرے ۔(طبرانی فی معجم کبیر)

یوم حشر کی حاضری سب کیلئے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ (النساء۔87)

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ تم سب کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔

Attendance on the Day of Judgement

Allah, there is no god ˹worthy of worship˺ except Him. He will certainly gather ˹all of˺ you together on the Day of Judgment—about which there is no doubt. And whose word is more truthful than Allah's? (4:87)

نواں رکوع: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ۔۔۔ (النساء۔88)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

منافقین کی سازشوں اور چالوں سے ہوشیار رہیں، منافقین کی اقسام، مفاد پرست لوگ، صلح، جنگ سے متعلق احکام۔

منافقین کی چالوں سے ہوشیار رہو

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ (النساء۔88)

پھر یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں حالانکہ اللہ نے ان کے اپنے کرتوتوں کے باعث ان (کی سوچ) کو الٹا کر دیا ہے۔ اور جس سے اللہ توفیق ہدایت سلب کر لے تو تم اس کے لیے (ہدایت کا) راستہ نہیں پاؤ گے۔

What has happened to you that you have two minds about the hypocrites even though Allah has reverted them, owing to the sins that they earned? Do you wish to guide those whom Allah has sent astray? And he whom Allah sends astray – never will you find for him a way [of guidance]. (4:88)

The problem of the hypocrites is being discussed here. At the time of Prophet (PBUH) some people outwardly embraced Islam but were silently supporting enemies of Islam. It was not easy for the Muslims to decide how to deal with such people. Some were of the opinion that since they embraced Islam, performed Prayers, fasted and recited the Qur’an they could not be treated as enemies of Islam. Such people would be considered hypocrites only if they did something which is totally inconsistent with true faith. This verse explains that their actual behaviour and true

colours are only known to Allah swt. This explanation helped those who were double minded about hypocrites.

یہاں منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو احد کی جنگ میں مدینہ سے کچھ دور جا کر واپس آگئے تھے یہ کہتے ہوئے کہ ہماری بات نہیں مانی گئی۔ جنگ احد کے ان واقعات کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ ان منافقین کے بارے میں اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ہمیں ان منافقین سے (بھی) لڑنا چاہئے، دوسرا گروہ اسے مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شہر طیبہ ہے جو خود بخود میل کچیل کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو چھانٹ دیتی ہے۔(بخاری و مسلم)

ان منافقین کی کئی اقسام تھیں جن میں سے چند کا ذکر اس رکوع میں کیا جا رہا ہے۔ بعض غدّاری کی حد تک جا پہنچے تھے جن کا الگ طور پر ذکر کیا گیا۔

منافقین کی ایک قسم وہ تھی جنہوں نے باوجود استطاعت کے ہجرت نہیں کی حالانکہ اوائل اسلام میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیلئے صرف ایک ہی محفوظ شہر تھا اور وہ مدینہ منورہ تھا۔ لہٰذا حکم دیا گیا تھا کی سب مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔ کچھ لوگ ہجرت کی قدرت رکھتے تھے اور پھر صرف اس لیے اٹھ کر نہ آئے کہ انہیں اپنے گھر بار، اعزہ و اقربا اور اپنے مفادات دین کی بہ نسبت عزیز تر تھے۔ جو لوگ حقیقت میں بالکل مجبور تھے اور ہجرت پر قادر نہ تھے ان کو مُسْتَضْعَفِين میں شمار کر کے ہجرت سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔

مفاد پرست لوگ

اگلی آیت میں منافقین کی ایک اور قسم بیان کی جا رہی ہے:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ۔۔۔ (النساء-91)

ایک اور قسم کے منافق تمہیں ایسے ملیں گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔

Opportunist People

You will find others who wish to be safe from you and their own people. (4:91)

منافقین کی ایک قسم وہ بھی تھی جو مفاد پرستی کی راہ پر گامزن تھی۔ یہ دراصل مفاد پرستوں کا ٹولہ تھا۔ جب یہ مسلمانوں کے پاس آتے تو اسلام کا اظہار کرتے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی قوم میں جاتے تو شرک و بت پرستی کرتے تاکہ وہ انہیں اپنا ہم مذہب سمجھیں اور یوں دونوں طرف سے مفادات حاصل کرتے۔

دسواں رکوع: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا۔۔۔ (النساء۔92)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

انسانی جان کا احترام، قتل و غارت گری کی شدید مذمت، قتل ناحق کی سزا جہنم، خون ناحق کرنے والا جنت کا حقدار نہیں، یہ ایک ناقابل معافی، قصاص و دیت کے متعلق مسائل، مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان کا قتل بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ قتل عمد اور قتل خطاء میں فرق اور ان کے مختلف احکام، کفارہ اور جرمانہ میں فرق، جو تمہیں سلام کرے اسے مسلمان سمجھو بشرطیکہ عقیدہ کی خرابی نہ ہو، سلام اور نماز مسلمان کی علامت، کسی کو مسلمان سمجھنے کیلئے علامات اسلام کافی ہیں باطن کی تفتیش درست نہیں، ہر مخلص صاحب ایمان کیلئے اجر ہے۔

قتل ناحق ناقابل معافی جرم ہے

قصاص و دیت کے مسائل

مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل ناقابل معافی جرم ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا۔۔۔ (النساء۔92)

اور کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے مسلمان کا خون کرے، الا یہ کہ اُس سے نادانستہ ایسا سرزد ہو جائے۔۔۔

It is not lawful for a believer to kill another except by mistake.... (4:92)

شان نزول: یہ آیت حضرت ابو درداء (رض) کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے دوران جنگ ایک دشمن شخص پر حملہ کرنا چاہا، ابھی تلوار سونتی ہی تھی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن ان کی تلوار چل گئی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ

سے یہ واقعہ بیان ہوا تو حضرت ابو درداء(رض) نے اپنا یہ عذر بیان کیا کہ اس نے صرف جان بچانے کی غرض سے یہ کلمہ پڑھا تھا، آپؐ نے ناراض ہو کر فرمایا: اشققت قلبہ۔۔ کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟

یہ آیت اور حدیث لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کیلئے جو دوسروں کو غیر مسلم بنانے میں اور ان پر کفر کا لیبل لگانے میں حد درجہ احتیاط نہیں کرتے۔

قتل وغارت کی شدید مذمت

قتل ناحق کی سزا۔ جہنّم کی آگ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔93)

وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

And whoever kills a believer intentionally, their punishment will be Hell—where they will stay indefinitely. Allah will be displeased with them, condemn them, and will prepare for them a tremendous punishment.

یہ قتل عمد کی سزا ہے۔ قتل کی تین قسمیں ہیں:

1۔ قتل خطاء جس کا ذکر ماقبل کی آیت میں ہے۔2۔ قتل شبہ عمد جو حدیث سے ثابت ہے۔3۔ قتل عمد جس کا مطلب ہے ارادہ اور نیت سے کسی کی جان لینا۔ اسلام میں ان تینوں جرائم کی الگ الگ سزائیں بیان کی گئیں۔

اس آیت میں قتل عمد پر نہایت سخت وعید بیان کی گئی ہے مثلاً اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہنا ہو گا نیز اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اور عذاب عظیم بھی ہو گا۔ اتنی سخت سزائیں بیک وقت کسی بھی گناہ کی بیان نہیں کی گئیں۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی کو قتل کرنا اللہ کے ہاں کتنا بڑا جرم ہے احادیث میں بھی اس کی سخت مذمت اور اس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں قتل کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے ہے جو محض توبہ سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث عائشہ میں بیان کیا گیا کہ الدواوین ثلاثہ۔۔۔ یعنی اعمال نامے کی تین قسمیں ہیں۔ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد

سے ہے وہ اس وقت تک معاف نہیں ہونگے جب تک بندے معاف نہ کریں۔ بعض علماء مذکورہ سخت وعیدوں کے پیش نظر قاتل کیلئے قبول توبہ کے بھی قائل نہیں۔ البتہ دوسری نصوص سے توبۃ النصوح کی صورت میں اس کی معافی ممکن ہے۔ یہاں قاتل کیلئے جہنم کی سزاء جو بیان کی گئی ہے اس کا مطلب ہے کہ اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کی یہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ اس جرم پر اسے دے سکتا ہے اسی طرح توبہ نہ کرنے کی صورت میں خلود (ہمیشہ جہنم میں رہنے) کا مطلب بھی مکث طویل یعنی لمبی مدت ہے۔

قتل خطاء کی دیت

وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا۔۔۔ (النساء۔92)

مقتول کے ورثاء کو خون ادا کرنا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور نیکی (احسان کرتے ہوئے) معاف کر دیں۔

and pay compensation to the victim's family—unless they waive it charitably. (4:92)

اسلام کی تعلیمات میں قتل خطاء کی صورت میں ورثاء کو دیت لے کر معاف کرنے کا اختیار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دیت یا خوں بہا کی مقدار سو اونٹ، یا دو سو گائیں، یا دو ہزار بکریاں مقرر فرمائی ہے۔ اگر دوسری کسی شکل میں کوئی شخص خوں بہا دینا چاہے تو اس کی مقدار انہی چیزوں کی بازاری قیمت کے لحاظ سے معین کی جائے گی۔ مثلاً نبی اکرمؐ کے زمانہ میں نقد خوں بہا دینے والوں کے لیے 8 سو دینار یا 8 ہزار درہم مقرر تھے۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹوں کی قیمت اب چڑھ گئی ہے، لہٰذا اب سونے کے سکے میں ایک ہزار دینار، یا چاندی کے سکے میں 12 ہزار درہم خوں بہا دلوایا جائے گا۔ مگر واضح رہے کہ خوں بہا کی یہ مقدار جو مقرر کی گئی ہے قتل عمد کی صورت کے لیے نہیں ہے بلکہ قتل خطا کی صورت کے لیے ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ ہر جرم بشمول قتل پر تحقیق کرنا، مجرم کا تعین کرنا اور سزا دینا قانون نافذ کرنے والے اداروں اور قانونی عدالتوں کا کام ہے۔ کسی فرد یا گروہ کو قانونی معاملات بالخصوص جرائم کی تفتیش میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے اور نہ اپنے طور پر مجرم کا تعین کر کے سزا کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

اسلام کی تعلیمات میں قصاص یا دیت لینے کا حق اگرچہ مقتول کے ورثاء کا ہے مگر باجماع امت ان کو اپنا یہ حق خود وصول کرنے کا اختیار نہیں بلکہ اس حق کو حاصل کرنے کے لئے عدالت یا حکومت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ (بحوالہ قرطبی)

کفارہ اور جرمانہ میں فرق

تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔92)

یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے قبول توبہ کیلئے ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

As a means of repentance to Allah. And Allah is All-Knowing, All-Wise. (4:92)

قرآن میں جہاں بھی کفارہ کا حکم دیا گیا تو اس کے پیچھے خاص حکمت ہے۔ پہلی بات یہ سمجھنی چاہئے کہ کسی بھی گناہ یا عبادت میں کوتاہی کا کفارہ جرمانہ کی طرح نہیں ہے۔ یعنی یہ جرمانہ نہیں بلکہ توبہ کی طرح ہے۔ جرمانہ میں ندامت و شرمساری اور اصلاح نفس کی کوئی روح نہیں ہوتی بلکہ عموماً وہ سخت ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور بیزاری و تلخی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس بندے سے خطا ہوئی ہو وہ عبادت اور کار خیر اور ادائے حقوق کے ذریعہ سے اس کا اثر اپنی روح پر سے دھو دے، اور شرمساری و ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے، تا کہ نہ صرف یہ گناہ معاف ہو بلکہ آئندہ کے لیے اس کا نفس ایسی غلطیوں کے اعادہ سے بھی محفوظ رہے۔ کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے، جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔

جو تمہیں سلام کرے اسے مسلمان سمجھو

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَ لْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔۔۔ (النساء۔94)

اور جو تمہاری طرف سلام سے تقدیم کرے اُسے فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔

And do not say to those who offer you ˹greetings of˺ peace, "You are no believer! (4:94)

ابتدائے اسلام میں السلام علیکم کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور علامت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کلمہ کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ دوست اور خیر خواہ ہوں، میرے پاس تمہارے لیے سلامتی و عافیت کے سوا کچھ نہیں ہے، لہٰذا تم مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ اس مقصد کے تحت ابتداء اسلام میں سلام کا لفظ مسلمانوں میں شعار کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں

اس شعار کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی زیادہ تھی کہ اس وقت عرب کے لوگوں کے درمیان لباس، زبان اور کسی دوسری چیز میں کوئی نمایاں امتیاز نہ تھا جس کی وجہ سے ایک مسلمان سرسری نظر میں دوسرے مسلمان کو پہچان سکتا ہو۔ اس لئے ابتداء اسلام میں سلام اور نماز کو مسلمان کی نشانی مقرر کیا گیا۔

بعض مفسرین نے اس آیت میں سلام سے اطاعت مراد لیا ہے۔

آیت کا منشا یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اس کے متعلق تمہیں سرسری طور پر یہ فیصلہ کر دینے کا حق نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سچا ہو اور ہو سکتا ہے کہ سچا نہ ہو۔ حقیقت تو تحقیق ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ بہر حال تمہارا کسی کو مسلمان سمجھنے میں غلطی کرنا اس سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے کہ تم کسی بے گناہ کو نقصان پہنچاؤ۔

کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے علامات اسلام کافی ہیں باطن کی تفتیش کرنا جائز نہیں۔

مذکورہ آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ بغیر تحقیق کے اس کے قول کو نفاق پر محمول کرے۔ اس سے یہ اہم مسئلہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان بتلاتا ہو خواہ کلمہ پڑھ کر یا کسی اور اسلامی شعار کا اظہار کر کے مثلاً اذان، نماز وغیرہ میں شرکت کرے تو مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں، اس کا انتظار نہ کریں کہ وہ دل سے مسلمان ہوا ہے یا کسی مصلحت سے اسلام کا اظہار کیا ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا رائیتم الرجل یعتاد الی المساجد، فاشھدو لہ بالایمان۔۔ جب کسی شخص کو دیکھو کہ وہ باقاعدگی سے مسجد میں نماز کیلئے آتا جاتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

نیز اس معاملہ میں اس کے اعمال پر بھی مدار نہ ہو گا، فرض کر لو کہ وہ نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا اور ہر قسم کے گناہوں میں ملوث ہے، پھر بھی اس کو اسلام سے خارج کہنے کا کسی کو حق نہیں، اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا: لانکفراھل القبلۃ بذنب۔ یعنی ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے غیر مسلم نہیں کہتے۔

بعض روایات حدیث میں بھی اسی قسم کے الفاظ مذکور ہیں کہ اہل قبلہ مسلمان سمجھو خواہ وہ کتنا ہی گنہگار یا بد عمل ہو۔

مگر یہاں ایک بات خاص نکتہ طور پر سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اس کو کافر کہنا یا سمجھنا جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس سے کسی ایسے قول و فعل کا صدور نہ ہو جو

ایمان کے منافی ہے مثلاً عقیدہ کی خرابی یا اسلام کے کسی ایسے حکم کا انکار کرنا جس کا اسلامی حکم ہونا قطعی اور واضح ہے۔ جیسے مسیلمہ کذاب صرف کلمہ اسلام کا اقرار ہی نہیں بلکہ اسلامی شعائر نماز اذان وغیرہ کا بھی پابند تھا اپنی اذان میں اشھد ان لا الہ اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ بھی کہلواتا تھا، مگر اس کے ساتھ وہ اپنے آپ کو بھی نبی اور رسول کہتا تھا جو نصوص قرآن و سنت کا کھلا ہوا انکار تھا لہٰذا اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس وقت باجماع صحابہ اس کو مسلمان تسلیم نہیں کیا گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ کلمہ گو یا اہل قبلہ یہ اصطلاحی الفاظ ہیں جن کا مصداق صرف وہ شخص ہے جو مدعی اسلام ہونے کے بعد کسی عقیدے کی خرابی کا مرتکب نہ ہو۔

آیت کا حکم عام ہے

اس آیت کے پہلے جملہ میں ایک عام ہدایت ہے کہ تم کوئی کام بغیر تحقیق کے محض گمان پر نہ کرو۔ کسی بھی واقعہ کی تحقیق کے بغیر فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اذاضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا۔ یعنی جب تم اللہ کی راہ میں چلتے ہو تو ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کرو۔ محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے۔ سفر کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس آیت کا سبب نزول واقعات سفر ہی میں پیش آئے یا اس وجہ سے کہ شبہات عموماً سفر میں پیش آتے ہیں، اپنے شہر میں ایک دوسرے کے حالات سے عموماً واقفیت ہوتی ہے لہٰذا وہاں غلط فہمی کا امکان کم ہوتا ہے۔ اصولاً یہ حکم عام ہے،۔ سفر ہو یا حضر، بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں۔

حدیث: ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔

اس آیت کے نزول کا سبب کچھ خاص واقعات ہیں جن کا ذکر نیچے بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: احادیث میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کسی علاقے سے گزر رہے تھے جہاں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، صحابہ کو دیکھ کر چرواہے نے سلام کیا۔ بعض صحابہ نے سمجھا کہ شاید وہ جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بغیر تحقیق کئے اسے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا اور بکریاں (بطور مال غنیمت) لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ جس پر تنبیہ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے اس واقعے کی سخت مذمت اور سرزنش فرمائی اور فرمایا کہ مکہ میں پہلے تم بھی چرواہے کی طرح ایمان چھپانے پر مجبور تھے۔ مطلب یہ تھا کہ اس بے گناہ کے قتل کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس سے ملتے جلتے اور بھی واقعات روایات میں ملتے ہیں جن میں سے ایک حضرت مقداد کا بھی

ہے۔ آپؐ نے حضرت مقداد کو بلوایا اور فرمایا تم نے یہ کیا کیا؟ ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا؟ کل قیامت کے دن تم اس کے لا الہٰ الا اللہ کے سامنے کیا جواب دو گے ؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ نبی ﷺ نے ایسے ہر موقع پر نہایت سختی کے ساتھ سرزنش فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قتل ناحق کے اس طرح کے واقعات میں حضور ﷺ نے مقتولین کے ورثاء کی دلجوئی بھی فرمائی اور ان کو دیت بھی دی گئی۔(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

بیان القرآن میں ہے کہ چونکہ یہ ابتداء اسلام تھا۔ اس وقت تک صحابہ کو یہ مسئلہ واضح طور پر معلوم نہ تھا اسلئے ان کو غلط فہمی ہوئی۔ اس پر صرف فہمائش پر اکتفا کیا گیا اور اس فعل پر ان کے لئے کوئی وعید نازل نہیں فرمائی گئی۔

ہر مخلص صاحب ایمان کیلئے اجر ہے

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ۔۔۔ (النساء۔95)

ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے۔

Allah has promised everyone a fine reward... (4:95)

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے اور گھروں میں بیٹھنے والے برابر نہیں تو حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم (نابینا صحابی) نے عرض کیا کہ ہم تو اس سعادت سے محروم ہیں کیونکہ معذور ہونے کی وجہ سے اللہ کی راہ میں نکلنے سے قاصر ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ بغیر عذر کے کا استثناء نازل فرمادیا یعنی عذر کے ساتھ بیٹھ رہنے والوں پر کوئی حرج نہیں اور ان کیلئے بھی نیت کا ثواب موجود ہے۔

حسن نیت کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ نے کسی شاعر کے بڑے خوبصورت اشعار نقل کیے ہیں:

یا راحلین الی البیت العتیق لقد
سرتم جسوما وسرنا نحن ارواحا
انا اقمنا علی عذر و عن قدر
ومن اقام علی عذر فقد راحا

یعنی اے اللہ کے گھر کے حج کو جانے والو! اگرچہ تم اپنے جسموں سمیت اس طرف چل رہے ہو لیکن ہم بھی روحانی طور پر اسی سفر پر جا رہے ہیں۔ سنو! ہماری مجبوری اور عذر نے ہمیں اس مبارک سفر پر جانے سے روک رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ عذر سے رکنے والا، جانے والے سے (اجر میں) کچھ کم بھی نہیں ہوتا۔

گیارہواں رکوع: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔۔۔ (النساء۔97)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

ہجرت کی ضرورت واہمیت، اگر کسی جگہ دین پر عمل ناممکن ہو جائے تو دوسری جگہ ہجرت کرلو(الم تکن ارض اللہ واسعہ)، ہجرت اور حسن نیت، ہجرت کا اجر، ہجرت کی دوسری قسم: گناہوں سے ہجرت یعنی ان کو چھوڑنا۔

اگر کسی جگہ دین پر چلنا ناممکن ہو جائے تو دوسری جگہ ہجرت کرلو

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔۔۔ (النساء۔97)

کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟

Was Allah's earth not spacious enough for you to emigrate? (4:97)

ہجرت کی فضیلت واہمیّت

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔(النساء۔100)

جو کوئی اللہ کے دین کیلئے گھربار چھوڑے گا وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں اور وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے خدا و رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے گا اس کے بعد اسے موت بھی آجائے گی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

He who forsakes his home in the way of Allah, finds in the earth Many a refuge, wide and spacious: And whoever leaves his home as an emigrant to Allah and His Messenger and then death overtakes him – his reward has already become incumbent upon Allah. And Allah is ever Forgiving and Merciful. (4:100)

اس آیت میں ہجرت کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی،اس کے علاوہ رزق یا جگہوں اور ملکوں کی کشادگی وفراخی کا بھی ذکر ہے۔

ابتداء اسلام میں ہجرت تمام مسلمانوں پر فرض تھی۔یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ ہجرت شرط ایمان تھی اس آدمی کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے۔شرعی ہجرت کا یہ حکم خاص طور پر ابتداء اسلام میں تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہجرت کیلئے فرض عین کی صورت باقی نہیں رہی۔فتح مکہ کے بعد ہجرت کے احکام بدل گئے ہیں۔حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے:لا ہجرۃ بعد الفتح ۔۔۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔

البتہ بعض انتہائی نامساعد حالات میں اگر کسی جگہ دین کی تعلیمات پر عمل بالکل ناممکن ہو جائے تو ہجرت کی ضرورت باقی رہتی ہے۔موجودہ دور میں جب کہ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی قوانین،عالمی معاہدوں،جغرافیائی حدبندیوں اور سفری پابندیوں کی وجہ سے ہجرت کے احکام ومسائل کو دور جدید کے تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

ہجرت اور حسن نیت لازم وملزوم ہیں۔اس کی وضاحت اس حدیث میں بیان کی جارہی ہے:

حدیث:ایک حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:انما الاعمال بالنیات، وانمالکل امریء مانویٰ۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہجرت کی پس اس کی ہجرت ان ہی کے لئے ہے اور جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کی پس اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس نیت سے اس نے ہجرت کی۔(بخاری ومسلم)

نیت کی درستگی کا یہ حکم عام ہے جو دین کے ہر کام کو شامل ہے۔یعنی اس کو کرتے وقت اللہ کی رضا پیش نظر رکھنا ہوگی ورنہ وہ عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا۔

ہجرت کا اجر

حدیث:ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: الھجرۃ تھدم ماکان قبلھا والحج یھدم ماکان قبلہ۔یعنی ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کئے ہوں۔اسی طرح حج بھی اپنے ماقبل گناہوں کو معاف کروادیتا ہے۔

ہجرت کی دوسری قسم:گناہوں کو ترک کرنا

ہجرت کی دوسری صورت یہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گی جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے: لاتنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة۔ یعنی ہجرت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک توبہ کی قبولیت کا وقت باقی رہے۔ (صحیح بخاری)

علامہ عینیؒ شارح بخاری نے اس ہجرت کے متعلق لکھا ہے: ان المراد بالهجرة الباقية هی هجر السيئات۔ یعنی اس ہجرت سے مراد گناہوں کا ترک کرنا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں: المهاجرمن هجر مانهى الله عنه۔ یعنی مہاجر وہ ہے جو ان تمام چیزوں سے پرہیز کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصطلاح میں ہجرت کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے:

1۔ دین کے لئے ترک وطن کرنا، مثلاً صحابہ کرام اپنا وطن مکہ ترک کر کے مدینہ اور حبشہ تشریف لے گئے۔

2۔ گناہوں کا چھوڑنا۔

بارہواں رکوع: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔۔۔ (النساء۔103)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

سفر میں نماز مختصر کر سکتے ہو، صلوٰۃ الخوف، جنگی یا ہنگامی حالت میں نماز کے احکام، نماز کے بعد اللہ کا ذکر، نماز مقررہ وقت پر فرض ہے۔

سفر میں نماز کو قصر کر سکتے ہو

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔

اور جب تم سفر پر جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو مختصر کر کے پڑھو۔ (النساء۔101)

Reduced Prayer during Travel

When you travel through the land, it is permissible for you to shorten the prayer. (4:101)

Generally, it is permissible for travelers who are travelling a distance of 85 km or more to shorten their prayers. A four-unit prayer is reduced to two.

قصر نماز اللہ کی طرف سے مسافر کیلئے تحفہ ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: صدقة تصدق الله بها عليكم، فاقبلوا صدقته۔

یہ (قصر نماز) اللہ تعالی کا انعام اور احسان ہے اسے قبول کرو۔ (مسلم)

قصر نماز کا مطلب یہ ہے کہ مسافر ہر چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا۔ مغرب کی نماز تین رکعت ہی پڑھی جائے گی۔ سنتوں کا حکم دورانِ قصر یہ ہے کہ فجر کی سنتیں بہر حال پڑھنی ہوں گی۔ اس کے علاوہ باقی نمازوں کی مؤکدہ سنتیں نہ پڑھنے کا اختیار ہو گا، البتہ سفر جاری نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے۔ وتر کی نماز بھی چونکہ واجب ہے اس لئے سفر میں بھی پڑھی جائے گی۔

صلوٰۃ الخوف یعنی خوف کی حالت کی نماز (النساء۔102)

ہنگامی اور جنگی حالات میں نماز

Performing Prayer during War Circumstances

حالت جنگ میں نماز خوف کی کئی قسمیں، مختلف صورتیں اور حالتیں ہیں جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حالات جس طرح بھی اجازت دیں، نماز پڑھی جائے۔ جماعت کا موقع ہو تو جماعت سے پڑھو ورنہ فرداً فرداً ہی سہی قبلہ رخ نہ ہو سکتے ہو تو جدھر بھی رخ ہو، سواری پر بیٹھے ہوئے اور چلتے ہوئے بھی پڑھ سکتے ہو، رکوع و سجدہ ممکن نہ ہو تو اشارہ ہی سے سہی، ضرورت پڑے تو نماز ہی کی حالت میں چل بھی سکتے ہو۔ بعض حالات میں انفرادی طور پر ایک ہی رکعت نماز اشارے سے پڑھنے کا جواز موجود ہے۔ اگر پھر بھی نماز پر قادر نہ ہو تو صرف ایک سجدہ کر لے یہ بھی ذکر اللہ ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ صرف ایک تکبیر بھی کافی ہے۔ ان سب آسانیوں کے باوجود اگر ایسی پر خطر حالت ہو کہ کسی طرح نماز نہ پڑھی جاسکے تو نماز کو موخر کی جائے کیونکہ فقہاء نے مخصوص حالات میں نماز کو موخّر کرنے کی رخصت بھی دی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ خندق میں سورج ڈوب جانے کے بعد ظہر، عصر کی نماز پڑھی تھی۔ اس حدیث کی بنیاد پر بعض نے صلوٰۃ الخوف کی آیت (النساء۔102) کو منسوخ بھی قرار دیا ہے۔ فقہاء احناف میں امام ابو یوسفؒ اس آیت کے حکم کو حضورؐ کے زمانے کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں چونکہ یہ لفظ ہیں: واذا كنت فيهم۔۔ کہ جب آپؐ ان میں موجود ہوں اور یہ خطاب نبی اکرمؐ سے ہے تو معلوم ہوا کہ صلوۃ خوف کا حکم آپؐ کے بعد منسوخ ہے۔ اب ایسے

حالات میں نماز میں کمی یا تبدیلی کے بجائے نماز کو حالات کے پر سکون ہونے تک موخر کر دیا جائے۔فاذا اطماننتم فاقیمو الصلوٰۃ۔۔۔ جب سکون واطمینان مل جائے تو نماز قائم کرو۔(النساء۔103)۔

مخصوص حالات میں نماز موخر کرنے کے جواز میں ایک اور حدیث بنو قریظہ بھی پیش کی جاتی ہے۔بنو قریظہ کی طرف بھیجے گئے لوگوں کو حضورؐ نے تاکید کی تھی کہ تم میں سے کوئی بھی بنو قریظہ تک پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے۔یہ جماعت ابھی راستے میں ہی تھی تو عصر کا وقت ہو گیا۔بعض نے کہا حضورؐ کا مقصد اس فرمان سے صرف یہی تھا کہ ہم جلدی بنو قریظہ تک پہنچ کر نماز پڑھیں لہٰذا انہوں نے راستے میں ہی عصر پڑھ لی اور بعض نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد بنو قریظہ کی جگہ پہنچ کر ادا کی۔جب اس بات کا ذکر حضورؐ سے ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ دونوں نے درست کیا۔(بحوالہ ابن کثیرؒ)

نماز کو موخر کرنے کا حکم صرف حالت جنگ کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر ایسی ہنگامی یا اضطرابی کیفیت جس کی وجہ سے نماز میں توجہ اور یکسوئی حاصل نہ ہو سکے تو ایسی صورتحال میں نماز کو موخر کرنے کی رخصت ہے۔اس کی کئی صورتیں ہیں:

1۔اگر کوئی بندہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں(مثلاً نشہ کے زیر اثر ہے)تو اس وقت اسے نارمل حالت تک واپس آنے تک نماز کو موخر کرنا چاہیئے۔قرآن مجید میں ذکر ہے:لا تقربو الصلوٰۃ وانتم سکارٰی حتیٰ تعلمو ما تقولون۔

2۔اسی طرح اگر کسی وقت کسی کی جان ومال کو خطرہ لاحق ہے مثلاً دوران سفر اگر وہ نماز کیلئے رکتا ہے تو اسے ڈاکوؤں کا خطرہ ہے تو اس وقت بھی وہ نماز کو محفوظ مقام تک پہنچنے تک موخر کر سکتا ہے۔

3۔اسی طرح فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر نیند یا سخت تھکاوٹ کا غلبہ ہو کہ اسے نماز میں توجہ حاصل نہیں ہو سکتی تو اسے بھی وقتی طور پر نماز کو موخر کر دینا چاہیئے۔

4۔اسی طرح اگر کسی کو سخت بھوک لگی ہے اور نماز کا بھی وقت ہے تو اسے پہلے کھانا کھانا چاہیئے اور اس کے بعد یکسوئی سے نماز پڑھنی چاہیئے۔قضائے حاجت لاحق تو بھی یہی حکم ہے۔پہلے رفع حاجت کرے اس کے بعد نماز پڑھے۔

5۔جو بندہ طہارت یعنی وضو اور تیمم دونوں پر قادر نہیں جسے فقہی اصطلاح میں فاقد الطہورین کہتے ہیں تو وہ بھی طہارت حاصل ہونے تک نماز کو موخر کر سکتا ہے۔

نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرو

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ (النساء۔103)

پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔

When the prayers are over, remember Allah—whether you are standing, sitting, or lying down. (4:103)

نماز مقــرّرہ وقت پر فرض ہے

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء۔103)

بے شک نماز اہل ایمان پر پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔النساء۔103

Indeed, performing prayers is a duty on the believers at the appointed times.

اس میں نماز کو مقررہ وقت میں پڑھنے کی تاکید ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر شرعی عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کم از کم ایک نماز غیر وقت میں پڑھی جائے گی جو اس آیت کے خلاف ہے۔

تیرہواں رکوع: إِنَّآ اَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔۔۔ (النساء۔105)

رکوع کے تفسیری موضوعــات:

قرآن کتاب حق ہے، اسلام کی عدل وانصاف کی روایت، بغیر تحقیق کسی کی حمایت یا طرفداری نہ کرو، استغفار اور سچی توبہ، کرپٹ لوگوں کی حمایت اور وکالت نہ کرو (ولا تکن للخائنین خصیما)، خیانت اور دھوکہ دہی اللہ سے نہیں چھپ سکتی، قیامت کے روز کون ان مجرموں کی وکالت کرے گا، توبہ واستغفار کی برکات، سچی توبہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی، گناہگار کا اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اپنی غلطیوں کا الزام دوسروں پر نہ ڈالو۔

کتاب حق

إِنَّآ اَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا۔ (النساء۔105)

یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔

آیت کا شانِ نزول: یہ آیت ایک غیر مسلم کے دفاع میں نازل ہوئی۔ یہ آیت بلاشبہ اسلام کے شاندار عدل وانصاف کی روایت کی مظہر ہے۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ سب کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے چاہے کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

اس رکوع اور اس کے بعد والے رکوع میں ایک اہم معاملہ سے بحث کی گئی ہے جو اسی زمانہ میں پیش آیا تھا۔

اس آیت کے شانِ نزول میں بتلایا گیا ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر میں ایک شخص طعمہ نے ایک انصاری کی زرہ چرا لی، جب اس کا چرچہ ہوا اور اسے بے نقاب ہونے کا خطرہ محسوس ہوا تو اس نے وہ زرہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی اور بنی ظفر کے کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے، ان سب نے آپس میں اتفاق کر کے زرہ چوری کا الزام اس یہودی پر تھوپ دیا۔ یہودی سے پوچھا گیا تو اس نے اپنی برأت ظاہر کی۔ لیکن یہ لوگ طعمہ کی حمایت میں زور شور سے وکالت کرتے رہے اور کہا کہ یہ یہودی جو حق کا انکار اور اللہ کے رسول کا منکر ہے، اس کی بات کا کیا اعتبار، بات ہماری تسلیم کی جانی چاہیے کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ قریب تھا کہ نبی اکرمؐ اس مقدمہ کی ظاہری روداد سے متاثر ہو کر اس یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرمادیتے اتنے میں وحی آئی اور معاملہ کی ساری حقیقت کھول دی گئی۔ اگرچہ ایک قاضی کی حیثیت سے نبی اکرمؐ کا روداد کے مطابق فیصلہ کر دینا بجائے خود آپ کے لیے کوئی گناہ نہ ہوتا۔ اور ایسی صورتیں ججوں اور منصفوں کو پیش آتی رہی ہیں کہ ان کے سامنے غلط روداد پیش کر کے حقیقت کے خلاف فیصلے حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت جبکہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، اگر نبی اکرمؐ روداد مقدمہ کے مطابق یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرمادیتے تو اسلام کے مخالفوں کو ایک بہت بڑا اخلاقی حربہ مل جاتا۔ وہ یہ کہتے پھرتے کہ یہاں تو انصاف کا قتل عام ہو رہا ہے، یہاں تو وہی جتھہ بندی اور عصبیت کام کر رہی ہے جس کے خلاف تدعوت و تبلیغ کی جاتی ہے۔ اسی خطرے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس مقدمہ میں مداخلت فرمائی۔ قرآن کریم نے ایک مسلمان کی چوری کھول دی اور ایک غیر مسلم کو بری کر دیا۔

ان رکوعوں میں ایک طرف ان مسلمانوں کو سختی کے ساتھ ملامت کی گئی ہے جنہوں نے محض خاندان اور قبیلہ کی عصبیت میں مجرموں کی حمایت کی تھی۔ دوسری طرف عام مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی تعصب کا دخل نہ ہونا چاہیے۔ یہ ہرگز دیانت نہیں ہے کہ اپنے گروہ کا آدمی اگر مجرم ہو تو اس کی بے جا حمایت کی جائے اور دوسرے گروہ کا آدمی اگر بے گناہ بھی ہو تو اس کے ساتھ بے انصافی کی جائے۔

مندرجہ بالا آیت سے چند نکات معلوم ہوتے ہیں:

1۔ اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ بھی بحیثیت ایک انسان غلط فہمی میں پڑ سکتے ہیں۔

2۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے ورنہ آپؐ پر فوراً صورتحال واضح ہو جاتی۔

3۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ کی حفاظت فرماتا ہے اور اگر کبھی حق کے پوشیدہ رہ جانے اور اس سے ادھر ادھر ہو جانے کا مرحلہ آجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ متنبہ فرمادیتا ہے اور اصلاح فرمادیتا ہے اور یہی عصمت انبیا کا تقاضا ہے۔ یہ وہ مقام عصمت ہے جو انبیاء کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

اس آیت کے شان نزول کے واقعے میں چند لوگوں نے چوری خود کی اگرچہ وہ مسلمان تھے لیکن اپنی چرب زبانی سے ایک بے گناہ غیر مسلم کو چور ثابت کرانے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ کردار اسلام کی عادلانہ تعلیمات کے بالکل برعکس تھا اس لئے اس پر اللہ رب العالمین نے فوری متنبہ فرمادیا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جرم اس کیلئے جائز ہے۔ اگر وہ قصوروار ہوگا تو ضرور سزا کا مستحق ہوگا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک اسلامی معاشرے میں بلکہ کہیں بھی کسی غیر مسلم کے ساتھ ناانصافی جائز نہیں۔ اسی طرح مسلمان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو ہر صورت دوسرے مسلمان کا ساتھ دینا چاہئے چاہے وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام کا ابدی اصول ہے کہ: کونو قوامین شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین۔۔۔ ہمیشہ حق کی گواہی دو چاہے تمہارے اپنے قریبی لوگوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا: کونو مع الصادقین۔ سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی کی حمایت نہیں کرنی چاہئے۔ اسی طرح فریقین میں سے جب تک کسی کے متعلق پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے اس کی حمایت اور طرفداری کرنا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی فریق دھوکے، فریب اور اپنی چرب زبانی سے عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کرالے گا درآں حالیکہ وہ صاحب حق نہ ہو تو ایسے فیصلے کی عند اللہ کوئی اہمیت نہیں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انما انا بشر وانتم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علیٰ نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیء من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع لہ قطعۃً من النار۔

میں ایک انسان ہوں، میرے پاس کوئی شخص مقدمہ لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ تم میں سے وہ شخص دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہو اور میں (اس کے دلائل سے متاثر ہو کر) اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ تو اگر میں (غلطی سے) کسی

مسلمان کا حق دوسرے شخص کو دے دوں، تو یہ اس کے لیے دوزخ کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے، خواہ وہ اسے اُٹھا کر لے جائے یا اسے چھوڑ دے۔ (بخاری، مسلم)

استغفار اور سچی توبہ کرو

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (النساء۔106)

اور اللہ سے استغفار کیجئے کہ اللہ بڑا غفور ورحیم ہے۔

And seek Allah's forgiveness—indeed, Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (4:106)

کرپٹ لوگوں کی حمایت نہ کرو

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۔ (النساء۔107۔108)

جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں آپ ان کی وکالت نہ کریں۔۔ اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو بددیانت اور بدکار ہو۔

Do not advocate for those who wrong themselves. Surely Allah does not like those who are dishonest, sinful. (4:107)

جو شخص دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے وہ دراصل سب سے پہلے خود اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔ کیونکہ دل اور دماغ کو جو قوتیں اس کے پاس بطور امانت ہیں وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ خیانت میں اس کا ساتھ دیں۔ اور اپنے ضمیر کو جسے اللہ نے اس کے اخلاق کا محافظ بنایا تھا، اس حد تک دبا دیتا ہے کہ وہ اس خیانت کاری میں رکاوٹ بننے کے قابل نہیں رہتا۔ جب انسان اپنے اندر خیانت کے ان مراحل کو پایہ تکمیل تک پہنچا لیتا ہے تب کہیں باہر اس سے خیانت و معصیت کے افعال صادر ہوتے ہیں۔

آیت میں فرمایا گیا کہ آپ ایسے کرپٹ اور خیانت کار لوگوں کا ساتھ نہ دو اور ان کی حمایت اور وکالت بھی نہ کرو۔

خیانت اور دھوکہ دہی اللہ سے نہیں چھپ سکتی

یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِؕ
وَكَانَ اللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا۔ (النساء۔108)

یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات (خیانت، دھوکہ دہی) چھپاسکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپاسکتے جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ ناپسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں۔ اِن کے سارے اعمال پر اللہ محیط ہے۔

No place to hide for corrupt People

They try to hide ˹their deception˺ from people, but they can never hide it from Allah—in Whose presence they plot by night what is displeasing to Him. And Allah is Fully Aware of what they do. (4:108)

قیامت کے روز کون ان مجرموں کی وکالت کرے گا

ھٰۤاَنْتُمْ ھٰۤؤُلَاۤءِ جٰدَلْتُمْ عَنْھُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۙ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰہَ عَنْھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ
عَلَیْھِمْ وَكِیْلًا۔ (النساء۔109)

تم لوگوں نے ان مجرموں کی دنیا میں تو طرفداری اور حمایت کرلی مگر روز قیامت اللہ کے سامنے کون ان کی طرفداری کرے گا اور ان کا وکیل ہوگا۔

Here you are advocating for them in this life, but who will ˹dare to˺ advocate for them before Allah on the Day of Judgment? Or who will come to their defence? (4:109)

توبہ واستغفار کی برکات

وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْۤءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (النساء۔110)

جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار (سچی توبہ) کرے تو اللہ کو بخشنے والا، مہربانی کرنے والا پائے گا۔

Blessings of Repentance

Whoever commits evil or wrongs themselves then seeks Allah's forgiveness will certainly find Allah All-Forgiving, Most Merciful. (4:110)

سچی توبہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی

اللہ تعالیٰ اپنا کرم اور اپنی مہربانی کو بیان فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو کوئی توبہ کرے اللہ اس کی طرف مہربانی سے رجوع کرتا ہے، ہر وہ شخص جو رب کی طرف جھکے رب اپنی مہربانی سے اور اپنی وسعت رحمت سے اسے ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے صغیرہ کبیرہ گناہ کو بخشش دیتا ہے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرکے اللہ سے استغفار (سچی توبہ) کرے تو اللہ اس کے اس گناہ کو بخش دیتا ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (آل عمران:135) کی تلاوت کی۔

گناہگار اپنا ہی نقصان کرتا ہے

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔111)

اور جو گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہے اور اللہ بخوبی جاننے والا ہے۔

And whoever commits a sin—it is only to their own loss. Allah is All-Knowing, All-Wise. (4:111)

اس مضمون کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا تزروازرۃ وزر اخریٰ۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، یعنی کوئی کسی کا ذمہ دار نہیں ہوگا، ہر نفس کو وہی کچھ ملے گا جو کما کر ساتھ لے گیا ہوگا۔

اپنی غلطیوں کا الزام دوسروں پر ڈالنے کی مذمت

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ (النساء۔112)

اور جو شخص بھی کوئی غلطی یا گناہ کرکے اس کا الزام دوسرے بے گناہ کے سر ڈال دیتا ہے وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

Accusing an innocent person is a severe sin

And whoever commits an offense or a sin and then blames it on an innocent person has taken upon himself a slander and manifest sin. (4:112)

جس طرح ایک شخص بنو ابیرق نے چوری خود کی اور الزام کسی اور پر لگا دیا۔ ایسی گھٹیا حرکت کا جو بھی مرتکب ہوگا وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

اس آیت میں ایک عام ضابطہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو شخص خود کو کوئی جرم کرے اور پھر یہ جرم کسی بے قصور انسان کے ذمہ لگائے (جیسا کہ اس واقعہ میں بنو ابیرق نے چوری خود کی اور الزام ایک غیر مسلم یہودی پر لگا دیا) تو اس نے بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لاد لیا۔ اپنے گناہ کا الزام دوسرے پر لگانا دو گنے عذاب کا سبب ہے۔ اور آیت: ومن یکسب خطیئۃ اواثما ثم یرم بہ۔۔(النساء۔211) سے معلوم ہوا کہ وہ شخص گناہ خود کرے اور اس کا الزام دوسرے بے گناہ آدمی پر لگا دے، تو اس نے اپنے گناہ کو دوگنا اور نہایت سخت کر دیا اور عذاب شدید کا مستحق ہو گیا، ایک تو خود اصل گناہ کا عذاب، دوسرے افتراء اور بہتان کا شدید عذاب۔

چودہواں رکوع: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ۔۔۔ (النساء۔113)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

انبیاء کرامؑ کیلئے اللہ کا خاص فضل: معصوم عن السئیات، خاص حفاظت و نگرانی، ہمیشہ اچھے کاموں کیلئے مشورہ اور میٹنگ کرو نہ کہ سازشوں کیلئے، اصلاح ذات البین یعنی صلح و صفائی کی اہمیت، رسولؐ کی مخالفت کا وبال۔

انبیاءؑ کیلئے اللہ کا خاص فضل

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (النساء۔113)

اے نبیؐ! اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا، حالاں کہ در حقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔

Allah's special bounty for Prophets

Had it not been for Allah's grace and mercy, a group of them would have sought to deceive you ˹O Prophet˺. Yet they would deceive none but themselves, nor can they harm you in the least. Allah has revealed to you the Book and wisdom and taught you what you never knew. Great ˹indeed˺ is Allah's favour upon you! (4:113)

یہ اللہ تعالیٰ کی اس خاص حفاظت و نگرانی کا ذکر ہے جس کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے فرمایا ہے۔ یہ عصمت انبیاء انبیاءؑ کا گناہوں سے معصوم ہونا اللہ کے فضل خاص اور اس کی رحمت خاصہ کا مظہر ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ لوگ غلط استغاثہ اور جھوٹا مقدمہ پیش کر کے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتے اور اپنے حق میں فیصلہ حاصل کر بھی لیتے تو نقصان انہی کا تھا، تمہارا کچھ بھی نہ بگڑتا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک مجرم وہ ہوتے نہ کہ تم۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مجاز اتھارٹی یا عدالت کو دھوکہ دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے وہ دراصل خود اپنے آپ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے حالانکہ فی الواقع اللہ کے نزدیک حق جس کا ہے اسی کا رہتا ہے اور فریب خوردہ جج کے فیصلہ سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔۔۔(النساء۔113)

اور آپ کو ان باتوں کا علم دیا ہے جن کا آپ کو پہلے علم نہ تھا۔

Allah has revealed to you the Book and wisdom and taught you what you never knew. (4:113)

اللہ نے آپ ﷺ پر فضل واحسان فرمایا اور کتاب و حکمت بھی عطا فرمائی۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سی باتوں کا آپؐ کو علم دیا گیا جن سے آپ پہلے بے خبر تھے یہ بھی گویا آپ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے کیونکہ جو خود عالم الغیب ہو اسے تو کسی

اور سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور جسے دوسرے سے معلومات حاصل ہوں وحی کے ذریعے سے یا کسی اور طریقے سے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔

ہمیشہ اچھے کاموں کا مشورہ کیا کرو

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔114)

لوگوں کی زیادہ تر سرگوشیوں میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے سوا اس کے کہ کوئی صدقہ دینے، نیکی کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کی بات کرے اور جو شخص خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ایسا کرے ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

There is no good in most of their secret talks—except those encouraging charity, kindness, or reconciliation between people. And whoever does this seeking Allah's pleasure, We will grant them a great reward. (4:114)

اصلاح ذات البین یعنی باہمی صلح صفائی کی اہمیت

اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ:

اس آیت میں تین باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی:

1۔ صدقہ و خیرات،

2۔ بھلائی کی باتوں کی ترویج و اشاعت

3۔ اصلاح ذات البین یعنی لوگوں کے درمیان صلح کرانا

ان تین باتوں کی احادیث میں بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔

معروف کے معنی ہیں ہر وہ کام جو دین میں اچھا سمجھا جائے اور اس کے مقابل منکر ہے، یعنی ہر وہ کام جو دین میں ناپسندیدہ اور اجنبی ہو۔ امر بالمعروف، ہر نیکی کے حکم اور ترغیب کو شامل ہے، جس میں مظلوم کی امداد کرنا، حاجتمندوں کو قرض دینا، گم شدہ کو راستہ بتا دینا وغیرہ سب نیک کام داخل ہیں اور صدقہ اور اصلاح بین الناس بھی اگرچہ اس میں داخل

ہے، لیکن ان کو خاص اس لئے بیان کیا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا فائدہ دوسرے انسانوں کو ہوتا ہے اور معاشرتی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔ نیز یہ دونوں کام خدمت خلق کے اہم ابواب پر حاوی ہیں، ایک فائدہ پہنچانا یعنی اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانا، دوسرے دفع مضرت یعنی لوگوں کو تکلیف اور رنج سے بچانا۔ صدقہ نفع رسانی کا اہم عنوان ہے، اور اصلاح بین الناس خلق اللہ کے مضرت اور نقصان سے بچانے کا اہم عنوان ہے، اس لئے جمہور علماء تفسیر کا قول ہے کہ اس جگہ صدقہ عام ہے جس میں زکوۃ، صدقات واجبہ بھی داخل ہیں اور نفلی صدقات بھی اور ہر نفع جو کسی کو پہنچایا جائے۔

صلح کرانے کی فضیلت

لوگوں کی باہمی رنجشیں دور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت و موافقت پیدا کرنے کے متعلق رسول کریم ﷺ کے ارشادات نہایت اہم ہیں۔ ایک حدیث میں اسے نفلی روزوں، نفلی نمازوں اور نفلی صدقات و خیرات سے بھی افضل بتلایا گیا ہے:

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: ألا أخبركم بأفضل من درجة الصلاة والصيام والصدقة ؟ قالوا بلى، قال إصلاح ذات البين وفساد ذات البين هي الحالقة۔

کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو درجے میں (نفلی) نماز، روزے اور صدقے سے بھی افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لڑنے والوں کے درمیان صلح کروادینا۔۔۔ **(ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)**

یہاں تک کہ صلح کرانے والے کو جھوٹ تک بولنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ اسے ایک دوسرے کو قریب لانے کے لئے اور فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑا سے بچانے کیلئے دروغ مصلحت کی ضرورت پڑے تو وہ اس حربہ کو بھی اختیار کر سکتا ہے:

حدیث: ليس الكذاب الذى يصلح بين الناس، فينمى خيرا و يقول خيرا۔ **(بخاری)**

وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے اچھی بات پھیلاتا ہے اور اچھی بات کرتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی عیادت کے لئے کچھ لوگ گئے۔ ان میں سعید بن حسان بھی تھے تو آپ فرماتے ہیں اے سعید! تم نے ام صالح کی روایت سے جو حدیث بیان کی تھی آج اسے پھر سناؤ۔ آپ سند بیان کر کے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: انسان کی تمام باتیں قابل مواخذہ ہیں بجز اللہ کے ذکر اور اچھے کاموں کے بتانے اور برے کاموں سے روکنے کے۔ حضرت سفیان نے کہا یہی مضمون اس آیت میں ہے: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ (النبا۔38) میں ہے۔ یہی مضمون سورۃ العصر میں ہے۔

آیت کے آخر میں ایک اور اہم مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ نیکیاں صدقہ اور امر بالمعروف اور اصلاح بین الناس اسی وقت معتبر اور مقبول ہو سکتی ہیں، جبکہ ان کو اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے کیا جائے، اس میں کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو۔

رسول کی مخالفت کا وبال

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء۔115)

اور جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے ہم اُسے (دنیا میں) اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے (آخرت میں) دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

As for him who sets himself against the Messenger and follows a path other than that of the believers even after true guidance had become clear to him, We will let him go to the way he has turned to, and We will expose him unto hell – an odious destination. (4:115)

جب مذکورہ بالا مقدمہ میں وحی الٰہی کی بنا پر نبی ﷺ نے اس خائن مسلمان کے خلاف اور اس بے گناہ یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا تو اس نام نہاد مسلمان پر جاہلیت کا اس قدر سخت دورہ پڑا کہ وہ مدینہ سے نکل کر اسلام اور نبیؐ کے دشمنوں کے پاس مکہ چلا گیا اور کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس آیت میں اس کی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور امت کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی، دین اسلام سے خروج ہے جس پر یہاں جہنم کی وعید بیان فرمائی ہے۔ مومنین سے مراد صحابہ کرام ہیں جو دین اسلام کے اولین پیرو اور اس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے۔ اس آیت کی بنیاد پر امت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ دین اسلام میں اجماع صحابہ حجت ہے۔ اس لئے صحابہ کرام کے راستے اور منہاج سے انحراف بھی دین سلام سے انحراف ہی ہے۔

بعض مفسرین نے سبیل المومنین سے مراد اجماع امت لیا ہے یعنی اجماع امت سے انحراف بھی دراصل دین اسلام سے انحراف ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء وفقہا کا اتفاق یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کا مطلب دائرہ اسلام سے

اخراج ہے۔ تاہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق تو بہت سے مسائل میں ملتا ہے یعنی اجماع کی یہ صورت تو ملتی ہے۔ لیکن اجماع صحابہ کے بعد کسی مسئلے میں پوری امت کے اجماع واتفاق کے دعوے تو بہت سے مسائل میں کئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت ایسے اجماعی مسائل بہت ہی کم ہیں۔ جن میں فی الواقع امت کے تمام علماو فقہا کا اتفاق ہو۔ تاہم ایسے جو مسائل بھی ہیں، ان کا انکار بھی ناجائز ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ترمذی)

پندرھواں رکوع: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔۔۔ (النساء۔115)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

شرک: اکبر اکبائر، شیطان کی عبادت کا مطلب، وقت اور مال میں شیطان کا حصہ، شیطانی عزائم اور ارادے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی سے کونسی چیزیں مراد ہیں، شیطانی دھوکہ، جہنم کا ٹھکانہ، اخروی کامیابی کی شرائط: ایمان اور عمل صالح، برے کاموں کا انجام، مرد و عورت دونوں کا اجر برابر، کامیابی کا معیار اور نمونہ، کائنات کی مالک ہستی۔

شرک: اکبر الکبائر

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ (النساء۔115)

بیشک اللہ اس گناہ کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو (گناہ) اس سے نیچے ہے جس کے لئے چاہے معاف فرمادیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔

Surely Allah does not forgive associating ˹others˺ with Him ˹in worship˺ but forgives anything else of whoever He wills. Indeed, whoever associates ˹others˺ with Allah has clearly gone far astray. (4:115)

This applies to those who die without adhering to the Oneness of Allah. But those who repent and mend their ways, their repentance will be accepted (see 25:68-70).

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے قرآن کی کوئی آیت مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب نہیں۔(ترمذی)

حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

سب سے زیادہ سچی بات اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمدؐ کی ہدایت ہے اور تمام کاموں میں سب سے برا کام دین میں نئی بات نکالنا ہے اور ہر ایسی نئی بات کا نام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا۔ (النساء۔116)

وہ اللہ کو چھوڑ کر نسوانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور اُس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں۔

Instead of Allah, they only invoke female gods and they invoke a rebellious Satan— (4:116)

The pagans of Arabia used to shape their idols as females and give them feminine names such as Al-Lât, Al-’Uzza, and Manât.

No one sets up Satan as his ‘god’ in the sense that he makes him the object of his ritual worship and declares him to be God. The way to make Satan one’s god is to entrust one’s reins to him and let go in whichever direction he wants; the relationship between the two is, then, that of worshipper and worshipped. This shows that either absolute, unreserved obedience to or blind following of anyone is tantamount to ‘worshipping’ him, so that whoever indulges in this kind of absolute obedience is guilty of worshipping a ‘god’ other than the One True God.

اِنٰثًا سے یہاں مراد یا تو وہ بت ہیں جن کے نام مؤنث تھے جیسے لات، عزیٰ، مناۃ، نائلہ وغیرہ یا مراد فرشتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ وہ شیطان کی بھی عبادت کرتے

ہیں۔ غیر اللہ مثلاً بتوں، فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے۔ کیونکہ شیطان ہی انسان کو اللہ کے در سے چھڑا کر دوسروں کے آستانوں اور چوکھٹوں پر جھکاتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

شیطان کی عبادت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے راستے پر چلنا اور ہر معاملے میں شیطان کی بات ماننا دراصل شیطان کی عبادت کی طرح ہی ہے۔ شیطان کو اس معنی میں تو کوئی بھی معبود نہیں بناتا کہ اس کے آگے کھڑا ہو کر اس کی عبادت اور پرستش ادا کرتا ہو یا اس کو الوہیت کا درجہ دیتا ہو، البتہ اسے معبود بنانے کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی باگیں اور اپنا کنٹرول شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور جدھر جدھر وہ چلاتا ہے ادھر ادھر چلتا ہے گویا کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا خدا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے احکام کی بے چون وچرا اطاعت اور اندھی پیروی کرنے کا نام بھی عبادت ہے اور جو شخص اس طرح کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل اس کی عبادت بجالاتا ہے۔

وقت اور مال میں شیطان کا حصہ

وَقَالَ لَاَ تَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ (النساء۔118)

شیطان نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے (ان کے مال اور وقت میں) ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا۔

Satan said: I will surely take hold of a certain portion (time and wealth) of Your servants. (4:118)

یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس مکروہ عزم کا اظہار کیا تھا کہ وہ انسانوں کے اوقات میں ان کی محنتوں اور کوششوں میں، ان کی قوتوں اور قابلیتوں میں ان کے مال میں سے اپنا حصہ لے کر رہے گا اور ان کو فریب دے کر ایسا اپنے پیچھے چلائے گا کہ وہ ان ساری چیزوں کا ایک حصہ شیطان کے راستے میں یعنی گناہ کے کاموں میں صرف کریں گے۔

مزید شیطانی عزائم

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا۔ (النساء۔119)

میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔ جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا ولی وسرپرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔

Satan’s intentions

I will certainly mislead them and delude them with empty hopes. Also, I will order them, and they will slit the ears of cattle and alter Allah’s creation.” And whoever takes Satan as a guardian instead of Allah has certainly suffered a tremendous loss. (4:119)

Slitting the ears of cattle dedicated to idols was a superstitious practice before Islam.

یہ وہ باطل امیدیں ہیں جو شیطان کے وسوسوں اور دخل اندازی سے پیدا ہوتی اور انسانوں کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ یہ بحیرہ اور سائبہ جانوروں کی علامتیں اور صورتیں ہیں۔ عرب لوگ ان کو بتوں کے نام وقف کرتے تو شناخت کے لئے ان کا کان وغیرہ چیر دیا کرتے تھے۔

اللہ کی تخلیق بدلنا

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔۔۔ (النساء۔119)

وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلیاں کریں گے۔۔۔

اللہ کی تخلیق میں تبدیلی سے کیا مراد ہے؟

اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کے کئی مطلب مفسرین نے بیان کئے ہیں:

پہلا مطلب: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں تغییر سے اللہ کے دین میں تبدیلی مراد ہے۔ اس قول کی وضاحت یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام قرار دینا یا اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے امور و اشیاء کو حلال بنادینا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا ہے یعنی اللہ نے فطرتاً انسان کو جس دین پر پیدا کیا ہے اس سے ہٹانا اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ہے۔ زجاج کہتے ہیں: یہ آیت اپنے عموم پر نہیں بلکہ ایک خاص تناظر میں نازل ہوئی ہے لہٰذا اس میں وہی چیزیں شامل ہیں جو نزول قرآن کے وقت لوگ کرتے تھے یعنی غیر اللہ کے نام پر کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا۔ اس کے علاوہ اور کئی صورتیں ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، پتھر اور آگ وغیرہ اشیاء مختلف مقاصد کے لئے بنائی ہیں، لیکن ان کے مقصد تخلیق کو بدل کر ان کو معبود بنالینا اللہ کی تخلیق کو بدلنے کی طرح ہے۔ اس آیت میں اصل موضوعِ بحث شرک اور شرک سے جڑے افعال کی ممانعت اور مذمت ہے۔

دوسرا مطلب:

تخلیق خدا میں تبدیلی کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ انسان کسی چیز سے وہ کام لے، جس کے لیے اللہ نے اسے پیدا نہیں کیا اور کسی چیز سے وہ کام نہ لے جس کے لیے خدا نے اسے پیدا کیا ہے۔ اس آیت کی رو سے شیطان کی گمراہ کن تحریکات مثلاً ہم جنس پرستی، جنس تبدیل کرنا، رہبانیت، مردوں اور عورتوں کو بلاوجہ بانجھ بنانا، مردوں کو خواجہ سرا بنانا، عورتوں کو ان خدمات سے منحرف کرنا جو فطرت نے ان کے سپرد کی ہیں وغیرہ۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے بے شمار افعال جو دنیا میں ہو رہے ہیں دراصل یہ معنی رکھتے ہیں کہ ان کے کرنے والے لوگ خالق کائنات کے ٹھہرائے ہوئے قوانین فطرت کو غلط سمجھتے ہیں اور ان میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں

تیسرا مطلب:

تیسرا قول یہ ہے کہ خدائی ساخت میں ردوبدل کرنے کی مطلق ممانعت نہیں ہے صرف مخصوص جسمانی تصرفات ممنوع ہیں۔ تغیْرُ خَلقِ اللہ یعنی اللہ کی تخلیق کو بدلنا کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس سے مراد تغییر فطرت بھی ہے۔ اسی وجہ سے جین ایڈیٹنگ یا کلوننگ کو فقہاء نے ممنوع قرار دیا۔ البتہ یہ ممانعت صرف انسانوں یا جانوروں میں ہے نباتات یا پودوں میں نہیں۔ قلمی پھل یا سبزیاں پیدا کرنا بظاہر تخلیق خدا میں تبدیلی ہے مگر بالاتفاق اس کی مکمل اجازت ہے۔

البتہ اگر کسی انسان میں ایسی جسمانی تبدیلی کی ضرورت ہے جو شرعی یا طبی نقطہ نظر سے یا بحیثیت انسان ایک نارمل زندگی گذارنے کیلئے ضروری ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً ختنہ کرنا، ناخن کاٹنا ایک جسمانی تبدیلی ہے مگر مسنون اعمال ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کٹے ہونٹ کے ساتھ پیدا ہوا تو آپریشن کرکے اس کا علاج کر دینا بالکل جائز اور درست عمل ہے۔ اسی طرح کسی جسمانی عیب کی اصلاح کیلئے سرجری کرانا بھی اس سے مستثنٰی ہے۔ قرآن کے اندر فرمایا گیا کہ: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔۔ ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت کے ساتھ پیدا کیا۔ (سورۃ التین) کسی وجہ سے چہرہ یا جلد جل گئی تو اس کی پلاسٹک سرجری کرکے اس کو نارمل حالت پر واپس لانا بھی درست ہے۔ البتہ بلا خاص وجہ محض زیادہ خوبصورت نظر آنے کیلئے پلاسٹک سرجری سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بعض احادیث میں بعض جمالیاتی تصرفات کی ممانعت کی گئی ہے مثلاً بالوں میں دوسرے بال لگوانا (وصل)، جسم کو گودنا یا گدوانا (وشم)، ابروؤں کو باریک کروانا (نمص) دانتوں کے درمیان فاصلہ کروانا (تفلیج) کی ممانعت آئی ہے۔ البتہ اگر کوئی جسمانی تصرف طبّی ضرورت کیلئے کیا جائے مثلاً دانتوں کی صحت کیلئے، یا

جلد کی صحت کیلئے مثلاً سکن ٹیگ کو ختم کرنا وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جسمانی ساخت میں ہر تبدیلی ممنوع نہیں ہے۔

شیطانی دھوکہ

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ (النساء۔120)

وہ (شیطان) ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہے گا، اور سبز باغ دکھاتا رہے گا، (مگر یاد رکھو!) شیطان کے جو وعدے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں۔

Satan's Deception

Satan only makes them ˹false˺ promises and deludes them with ˹empty˺ hopes. Truly Satan promises them nothing but delusion. (4:120)

شیطان کا سارا کاروبار ہی وعدوں اور امیدوں کے بل پر چلتا ہے۔ وہ انسان کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر جب کسی غلط راستے کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو اس کے آگے سبز باغ پیش کر دیتا ہے۔ کسی کو انفرادی لطف و لذت اور کامیابیوں کی امید، کسی کو دنیاوی کامیابی اور سربلندی کی توقع، کسی کو فلاح و بہبود کا یقین، کسی کو صداقت تک پہنچ جانے کا اطمینان، کسی کو یہ بھروسہ کہ نہ خدا ہے نہ آخرت، بس مر کر مٹی ہو جانا ہے، کسی کو یہ تسلی کہ آخرت ہے بھی تو وہاں کی گرفت سے فلاں کے طفیل اور فلاں کے صدقے میں بچ نکلو گے۔ غرض جو جس وعدے اور جس توقع سے فریب کھا سکتا ہے اس کے سامنے وہی پیش کرتا ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتا ہے۔

جہنم کا ٹھکانہ

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا۔ (النساء۔121)

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔

For these people, their abode shall be Hell and from there they shall find no way of escape. (4:121)

ایمان اور عمل صالح

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔ (النساء۔122)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ہم جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہو گا۔

Faith accompanied by good deeds

And those who have Faith and do good, We will soon admit them into Gardens under which rivers flow, to stay there for ever and ever. Allah's promise is ˹always˺ true. And whose word is more truthful than Allah's? (4:122)

اخروی کامیابی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے: ایک ایمان اور دوسرا نیک اعمال۔

آیت کے دوسرے حصے میں یہ حقیقت بتائی گئی کہ شیطانی وعدے تو سراسر دھوکا اور فریب ہیں لیکن اس کے مقابلے میں اللہ کے وعدے جو اس نے اہل ایمان سے کئے ہیں سچے اور برحق ہیں اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ سچوں کی بات کو کم مانتا ہے اور جھوٹوں کے پیچھے زیادہ چلتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ شیطانی چیزوں کا چلن عام ہے اور ربانی کاموں کو اختیار کرنے والے ہر دور میں اور ہر جگہ کم ہی رہے ہیں اور کم ہی ہیں۔

برے کاموں کا انجام

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ (النساء۔123)

(اخروی نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص برائی کرے گا خود ہی اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پاسکے گا۔

˹Divine Grace˺ is not obtained by your wishful thinking nor those of the People of the Scripture. Whoever commits evil will be rewarded accordingly, and they will find no protector or helper besides Allah. (4:123)

آیت میں اہل کتاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی خطاب فرمایاہے کہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی سی غلط فہمیوں، خوش فہمیوں اور عمل سے خالی آرزوں اور تمناؤں سے اپنا دامن بچا کر رکھیں۔

یہ آیت ایک لمحہ فکریہ ہے کہ محض دعوؤں اور تمناؤں میں نہ لگیں، بلکہ عمل کی فکر کریں کیونکہ کامیابی صرف اس سے نہیں کہ تم فلاں نبی یا فلاں کتاب کے نام لینے والے ہو، بلکہ اصل فلاح اس میں ہے کہ اس پر صحیح ایمان اور اس کے مطابق اعمال صالح کے پابند رہو۔ لیکن افسوس مسلمان اس تنبیہ کے باوجود انہی خام خیالیوں میں مبتلا ہوگئے جن میں سابقہ امتیں گرفتار ہوئیں تھیں۔ اور آج بے عملی اور بدعملی مسلمانوں کا شعار بنی ہوئی ہے۔ اہل کتاب اپنے متعلق بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خوش فہمیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرت کی کامیابی محض امیدوں پر اور آرزوں سے نہیں ملے گی اس کے لئے تو ایمان اور عمل صالح کی پونجی ضروری ہے۔ اگر اس کے برعکس نامہ اعمال میں برائیاں ہوں گی تو اسے ہر صورت میں اس کی سزا بھگتنی ہوگی، وہاں کوئی ایسا دوست یا مددگار نہیں ہوگا جو برائی کی سزا سے بچا سکے۔

مرد اور عورت دونوں کا اجر برابر

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔ (النساء۔124)

اور جو کوئی اچھے کام کرے گا چاہے مرد ہے یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔

But those who do good—whether male or female—and have faith will enter Paradise, and not the least injustice will be done to them. (4:124)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کی قبولیت کا ایک ہی معیار ہے اور وہ مرد و عورت کیلئے برابر ہے۔

کامیابی کا معیار اور نمونہ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (النساء۔125)

اُس شخص سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور نیکوکار بھی ہو اور یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کی، اُس ابراہیمؑ کے طریقے کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنالیا تھا۔

Key to Success

And who is better in faith than those who ˹fully˺ submit themselves to Allah, do good, and follow the Way of Abraham, the upright? Allah chose Abraham as a close friend. (4:125)

یعنی اس شخص سے بہتر کسی کا عمل نہیں ہو سکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں:

1۔ایک اسلم وجهه لله یعنی اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دے۔ ریاکاری یا دنیاسازی کے لئے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرے۔

2۔دوسرے وهومحسن یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے۔ امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل خود ساختہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی سنت کے مطابق ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک اخلاص اور دوسرے سنت رسولؐ کے مطابق ہو۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط اخلاص کا تعلق انسان کے باطن یعنی قلب سے ہے اور دوسری شرط یعنی موافقت سنت کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے، جب یہ دونوں شرطیں کسی شخص نے پوری کر لیں تو اس کا ظاہر و باطن درست ہو گیا اور جب ان میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی تو عمل فاسد ہو گیا، اخلاص نہ رہنے کی وجہ سے وہ عمل اللہ کے ہاں نامقبول ہو گیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے بار بار حسن عمل یعنی اتباع سنت کی تاکید فرمائی۔ سورۃ ملک میں ہے:

لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ یہاں پر احسن عملاً فرمایا اکثر عملاً نہیں فرمایا، یعنی کثرت عمل کا ذکر نہیں، بلکہ اچھا عمل کرنے کا ذکر ہے، اور اچھا عمل وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں کامیابی کا ایک معیار اور اس کا ایک نمونہ بیان کیا جارہا ہے۔ معیار یہ ہے کہ اپنے کو اللہ کے سپرد کر دے محسن بن جائے اور ملت ابراہیمیؑ کی پیروی کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ خلیل کے معنی ہیں کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح راسخ ہو جائے کہ کسی اور کے لئے اس میں جگہ نہ رہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد)

کائنات کی مالک ہستی

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ (النساء-126)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

Lord of the Universe

To Allah ⌜alone⌝ belongs whatever is in the heavens and whatever is on the earth. And Allah is Fully Aware of everything. (4:126)

سولھواں رکوع: وَیَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء-127)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

یتیم خواتین اور بچوں کے بعض احکامات، تمہاری بھلائیاں اللہ کے علم میں ہیں، ازدواجی زندگی سے متعلق چند قرانی ہدایات، میاں بیوی میں صلح وخیر کا اصول (والصّلح خیـــر)، صلح کی بنیاد پر مسائل کا حل اور معاملات کی سیٹلمنٹ، ازدواجی حقوق میں عدل وانصاف، بعض دفعہ علیحدگی اور طلاق میں بھی خیر اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ کائنات کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، سب کی نگہبانی کیلئے اللہ ہی کافی ہے، دین کا کام تمہارا محتاج نہیں، اللہ یہ خدمت کسی اور سے بھی لے سکتا ہے، دنیا وآخرت کا اجر۔

یتیم خواتین اور بچوں کے بعض احکامات

وَیَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ ۙ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا۔۔ (النساء-127)

یہ لوگ آپ سے یتیم لڑکیوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں حکم دیتا ہے اور جو حکم تم کو (پہلے سے) کتابِ مجید میں سنایا جارہا ہے (وہ بھی) ان یتیم عورتوں ہی کے بارے میں ہے جنہیں تم وہ (حقوق) نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور چاہتے ہو کہ (ان کا مال قبضے میں لینے کی خاطر) ان کے ساتھ خود نکاح کرلو اور نیز بے بس بچوں کے بارے میں (بھی حکم) ہے کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف پر قائم رہا کرو، اور تم جو بھلائی بھی کروگے تو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔

They ask you ˹O Prophet˺ regarding women. Say: Allah instructs you about them and reminds you of the injunctions which were recited to you in the Book about female orphans whom you do not give what has been ordained for them and whom you wish to marry (out of greed) and the commandments relating to the children who are weak and helpless. Allah directs you to treat the orphans with justice. Allah is well aware of whatever good you do. (4:127)

Allah (swt) once again emphasizes the good treatment regarding orphans especially orphan girls and their wellbeing later in life e.g family life, marriage etc. This shows the importance of the rights of orphans in the sight of Allah. The protection of their rights has already been stressed at the start of this Surah.

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی پابندی پر پھر ایک مرتبہ زور دیا ہے جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم ارشاد فرمائے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نگاہ میں یتیموں کے حقوق کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ ابتدائی دور کوعوں میں ان کے حقوق کے تحفظ کی تاکید بڑی شدت کے ساتھ کی جاچکی تھی مگر اس پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ اب جو معاشرتی مسائل کے ذکر سے پہلے یتیموں کے حقوق کا اعادہ کیا گیا۔

اس آیت (النساء-127) میں مال کے لالچ میں یتیم بچیوں کو شادی سے روکنے کی مذمت بیان کی جارہی ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی پرورش میں کوئی مالدار یتیم بچی ہو اب یہ شخص مال کے لالچ میں چاہتا ہو کہ اس یتیم سے میں خود ہی نکاح کرلوں۔ اس بنا پر اس کو دوسری جگہ شادی کرنے سے روکتا ہے ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔(بحوالہ بخاری شریف)

تمہاری بھلائیاں اللہ کے علم میں ہیں

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا۔ (النساء۔127)

تم جو نیک کام کرو، بے شبہ اللہ اسے پوری طرح جاننے والا ہے۔

And whatever good work you do is certainly well known to Allah. (4:127)

ازدواجی زندگی سے متعلق چند قرآنی ہدایات

میاں بیوی میں صلح و خیر کا اصول

والصلح خیر: صلح بہتر ہے

صلح کی بنیاد پر معاملات کی سیٹلمنٹ

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (النساء۔128)

جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے حقوق ادا نہ کرنے یا بے پرواہی کا اندیشہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں اور بیوی (کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر) آپس میں صلح کرلیں۔ صلح بہر حال بہتر ہے نفس تنگ دلی کے طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہو گا۔

Settlement between husband and wife

If a woman fears indifference or neglect from her husband, there is no blame on either of them if they seek ˹fair˺

settlement, which is best. Humans are ever inclined to selfishness. But if you are gracious and mindful ˹of Allah˺, surely Allah is All-Aware of what you do. (4:128)

سورۃ نساء کی ابتدائی آیات میں حقوق الزوجین کے ضمن میں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی مگر اس کے ساتھ عدل یعنی مساویانہ برتاؤ کو شرط قرار دیا گیا۔ اگر کوئی آدمی اس معاملے میں عدل نہ کر سکے تو اس کو ایک ہی بیوی رکھنے کی تاکید کی گئی۔

اب تعدد ازواج کی صورت میں اگر کسی شخص کی ایک بیوی دائم المرض ہے، عمر رسیدہ ہے یا بوجوہ ازدواجی تعلقات کے قابل نہیں رہی تو کیا وہ مجبور ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں رغبت رکھے؟ یکساں محبت رکھے؟ جسمانی تعلق میں بھی یکساں برتے؟ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کیا یہ عدل کے خلاف ہو گا؟ کیا وہ بوڑھی یا بیمار بیوی کو طلاق دے کر بے سہارا کر دے صرف اس بنیاد پر کہ وہ عدل نہیں کر سکتا؟ کیا ایسا کرنا عدل ہو گا یا عدل کے خلاف ہو گا؟ یہ سوالات ہیں جن کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں میاں بیوی آپس میں جن شرائط پر رضامند ہو جائیں وہ جائز ہے۔ (ابن کثیرؒ)

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ: صلح بہتر ہے کا ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا کہ میاں بیوی ناچاقی کی صورت میں کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر آپس میں سیٹلمنٹ کر لیں اور آپس میں مل کر رہیں تاکہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے۔ یہ صورت طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے۔ چونکہ صلح انتشار سے بہتر ہے اس لئے یہاں فرما دیا کہ صلح خیر ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ تمام حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ عورتوں کے درمیان مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے اختیار سے باہر ہے یعنی قلبی میلان اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ (ابو داؤد)

آیت کے آخری حصہ میں مردوں کو فرمایا گیا: وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ یعنی تمہارا احسان اور تقویٰ اختیار کرنا یعنی عورت کی طرف سے ناراضگی سے درگذر کرنا اور باوجود ناپسندیدگی کے بیوی کو پورا حق دینا یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور جس پر وہ تمہیں بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ اگر صلح کی تمام کوششیں رائیگاں چلی جائیں اور طلاق کی نوبت آہی جائے اور دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔ ہو سکتا ہے بیوی کو پہلے سے اچھا شوہر مل جائے، اسی طرح ممکن ہے کہ شوہر کو پہلے سے بہتر بیوی مل جائے۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے، وہ بڑے احسان والا ہے، ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے، اس کے تمام افعال، ساری تقدیریں حکمت سے بھری ہوئی ہیں۔

ازدواجی حقوق میں عدل وانصاف

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (النساء۔129)

اور تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے ہو لہٰذا بالکل ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلق چھوڑ دو۔ اور اگر اصلاح کر لو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

Justice in marital rights!

You will never be able to maintain ˹emotional˺ justice between your wives—no matter how keen you are. So do not totally incline towards one leaving the other in suspense. And if you do what is right and are mindful ˹of Allah˺, surely Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (4:129)

This verse means that do not leave your wife hanging—not fully enjoying the rights of a married woman and not fully divorced.

یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر ایک شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور محبت میں وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ محبت، فعل قلب ہے جس پر کسی کو اختیار نہیں۔ خواہش کے باوجود انصاف نہ کرنے سے مطلب یہی قلبی میلان ہے اگر یہ قلبی محبت ظاہری حقوق کی مساوات میں مانع نہ بنے تو عند اللہ قابل مؤاخذہ نہیں۔ جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا نہایت عمدہ نمونہ پیش فرمایا۔ لیکن عام طور پر لوگ اس قلبی محبت کی وجہ سے دوسری بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں بہت کوتاہی کرتے ہیں۔ اپنی محبوب بیوی کی طرف مکمل میلان رکھ کر دوسری بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور

انہیں معلقہ اور بے آسرا بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں، نہ انہیں طلاق دیتے ہیں نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہے جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف ہی مائل ہو (یعنی دوسری کو نظر انداز کئے رکھے) تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا آدھا حصہ ساقط یعنی فالج زدہ ہو گا۔ (ترمذی)

بعض دفعہ طلاق اور جدائی میں بھی خیر اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔130)

اور اگر میاں بیوی (میں موافقت نہ ہو سکے اور) ایک دوسرے سے جدا ہی ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت کرنے والا حکمت والا ہے۔

But if they choose to separate (by divorce), Allah will enrich both of them from His bounties. And Allah is Ever-Bountiful, All-Wise. (4:130)

یہ آخری آپشن ہے کہ کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں مصالحت کی کوئی صورت نہ بنے تو پھر طلاق کے ذریعے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ ممکن ہے علیحدگی کے بعد مرد کو مطلوبہ صفات والی بیوی اور عورت کو مطلوبہ صفات والا مرد مل جائے۔

اسلام میں اگرچہ طلاق کو سخت ناپسند کیا گیا ہے، طلاق حلال تو ہے لیکن یہ ایسا حلال ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ اس کے باوجود اللہ نے اس کی اجازت دی ہے اس لئے کہ بعض دفعہ حالات ایسے موڑ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا اور فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ مذکورہ حدیث (ابغض الحلال الی اللہ الطّلاق) صحت اسناد کے اعتبار سے اگرچہ ضعف ہے تاہم قرآن وسنت کی نصوص سے یہ واضح ہے کہ طلاق (یا خلع، فسخ نکاح) کا حق بطور آخری آپشن ہی استعمال کرنا چاہیے جب نباہ کی کوئی صورت کسی طرح بھی نہ بن سکے۔

کائنات کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا۔ (النساء۔131)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو لیکن اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو، آسمان و زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے اور وہ بے نیاز اور قابل حمد و ثناء ہے۔

To Allah belongs whatever is in the heavens and whatever is on the earth. Indeed, We have commanded those given the Scripture before you, as well as you, to be mindful of Allah. But if you disobey, then ˹know that˺ to Allah belongs whatever is in the heavens and the earth. And Allah is Self-Sufficient, Praiseworthy. (4:131)

سب کی نگہبانی کیلئے اللہ ہی کافی ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ (النساء۔132)

اور وہ سب کی نگرانی اور کفالت کے لئے کافی ہے۔

And Allah is sufficient as a Trustee of Affairs. (4:132)

دین کا کام تمہارا محتاج نہیں

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا۔ (النساء۔133)

لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کر دے۔ اور خدا اس بات پر قادر ہے۔

Allah can make replacement

If He wills, He can take you away, O people, and replace you with others. And Allah is Most Capable to do so. (4:133)

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ و کاملہ کا اظہار ہے جب کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ (سورۃ محمد: 38) اگر تم پھر وگے تو وہ تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہونگے۔

دنیا و آخرت کا اجر

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا۔ (النساء۔134)

جو کوئی دنیا کا انعام چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت (دونوں) کا انعام ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

Reward of both worlds

Whoever desires the reward of this world, then ˹let them know that˺ with Allah are the rewards of this world and the Hereafter. And Allah is All-Hearing, All-Seeing. (4:134)

The section ends with the assertion that God is All-Seeing and All-Hearing. This means that God is fully aware of the actions of His creatures. God governs the universe with full knowledge and awareness. He has an eye on the capacities and ambitions of all human beings and knows their qualities exactly. He is fully aware of the purposes to which people devote their efforts and energies. Anyone who 'wilfully decides to be disobedient to God should therefore not cherish hopes of receiving the favours reserved for those who obey Him.

یہ قرآنی اسلوب ہے کہ شرعی احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ چند واعظانہ جملے ضرور ارشاد فرماتا ہے اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو ان احکام کی پابندی پر آمادہ کیا جائے۔ اس رکوع میں چونکہ عورتوں اور یتیم بچوں کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کی ہدایت کی گئی ہے لہٰذا اس کے بعد ضروری سمجھا گیا کہ چند باتیں اہل ایمان کے ذہن نشین کر دی جائیں۔

1۔ ایک یہ کہ تم کبھی غلط فہمی میں نہ رہنا کہ کسی کی قسمت کا بنانا اور بگاڑنا تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم کسی عورت یا یتیم کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لوگے تو اس کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا، ہر گز نہیں، تمہاری، ان کی، سب کی قسمتوں کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے پاس اپنے کسی بندے یا بندی کی مدد کا ایک تم ہی واحد ذریعہ نہیں ہو۔ اس مالک زمین و آسمان کے ذرائع بے حد وسیع ہیں اور وہ اپنے ذرائع سے کام لینے کی حکمت بھی رکھتا ہے۔

2۔دوسرے یہ کہ تمہیں اور تمہاری طرح پچھلے تمام انبیاء کی امتوں کو ہمیشہ یہی ہدایت کی جاتی رہی ہے کہ خداترسی کے ساتھ کام کرو۔اس ہدایت کی پیروی میں تمہاری اپنی فلاح ہے، خدا کا کوئی فائدہ نہیں۔اگر تم اس کی خلاف ورزی کروگے تو پچھلی تمام امتوں نے نافرمانیاں کر کے رب کا کیا بگاڑ لیا ہے جو تم بگاڑ سکوگے۔اس مالک کائنات کو نہ پہلے کسی کی پروا تھی نہ اب تمہاری پروا ہے۔اس کے امر سے انحراف کروگے تو وہ تم کو ہٹا کر کسی دوسری قوم کو سربلند کر دے گا اور تمہارے ہٹ جانے سے اس کی سلطنت کی رونق میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

3۔تیسرے یہ کہ خدا کے پاس دنیا کے فائدے بھی ہیں اور آخرت کے فائدے بھی،عارضی اور وقتی فائدے بھی ہیں، پائیدار اور دائمی فائدے بھی۔اب یہ تمہارے اپنے ظرف اور حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ تم اس سے کس قسم کے فائدے چاہتے ہو۔اگر تم محض دنیا کے چند روزہ فائدوں ہی پر راضی ہو اور ان کی خاطر ابدی زندگی کے فائدوں کو قربان کر دینے کے لیے تیار ہو تو خدا یہ کچھ تم کو یہیں اور ابھی دے دے گا، مگر پھر آخرت کے ابدی فائدوں میں تمہارا کوئی حصہ نہ رہے گا۔لہٰذا اطاعت وبندگی کا وہ راستہ اختیار کرو جس سے دنیا اور آخرت دونوں کے فائدے تمہارے حصہ میں آئیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا:

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا۔(النساء۔134)

اللہ سمیع وبصیر ہے۔یعنی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اندھا اور بہرا نہیں ہے کہ کسی لاپرواہ بادشاہ کی طرح کام کرے اور اپنی عطاء وبخشش میں بھلے اور برے کے درمیان کوئی تمیز نہ کرے۔وہ پوری باخبری کے ساتھ اپنی اس کائنات پر فرمانروائی کر رہا ہے۔ہر ایک کے ظرف اور ہر ایک کی نیت پر اس کی نگاہ ہے۔ہر ایک کے اوصاف کو وہ جانتا ہے۔اسے خوب معلوم ہے کہ تم میں سے کون کس راہ میں اپنی محنتیں اور کوششیں صرف کر رہا ہے۔تم اس کی نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے ان بخششوں کی امید نہیں کرسکتے جو اس نے صرف فرماں برداری ہی کے لیے مخصوص کی ہیں۔

اس آیت کا درس یہی ہے کہ جیسے کوئی شخص دین کا کام صرف دنیاوی فائدے کیلئے کرے تو کتنی نادانی کی بات ہے۔جب اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں کا ثواب عطا فرمانے پر قادر ہے تو پھر اس سے ایک ہی چیز کیوں طلب کی جائے؟انسان دونوں ہی کا طالب کیوں نہ بنے۔

ستر ہواں رکوع: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ۔۔ (النساء۔135)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

عدل وانصاف کے علمبردار بنو، عدل وانصاف کی گواہی، گواہی میں ہیر پھیر نہ کرو، ایمان کی تکمیل مکمل اطاعت میں مضمر ہے، ایمان لانے کے دو مطلب، ایمان کوئی مذاق نہیں کہ جب چاہا مان لیا، جب چاہا انکار کر دیا، صحبت بد سے بچو۔

عدل وانصاف کی گواہی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (النساء۔135)

اے ایمان والو! عدل انصاف پر قائم رہو خدا کے واسطے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ وہ (جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہے) چاہے امیر ہو چاہے فقیر ہو بہر حال اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم گواہی میں کج بیانی یا ہیر پھیر کرو گے یا (گواہی سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

Always stand for Justice and fairness

O, You who have faith! Stand firm for justice as witnesses for the sake of Allah even if it is against yourselves, your parents, or close relatives. Be they rich or poor, Allah is best to ensure their interests. So do not let your desires cause you to deviate ˹from justice˺. If you distort the testimony or refuse to give it, then ˹know that˺ Allah is certainly All-Aware of what you do. (4:135)

اس آیت میں یہ فرمانے پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ انصاف کی روش پر چلو، بلکہ یہ فرمایا کہ انصاف کے علمبردار بنو۔ تمہارا کام صرف انصاف کرنا ہی نہیں ہے بلکہ انصاف کا جھنڈا لے کر اٹھنا بھی ہے۔ تمہیں اس بات پر کوششوں اور

صلاحیتوں کو صرف کرنا چاہیے تاکہ عدل وانصاف کا بول بالا ہو۔ عدل کو اپنے قیام کے لیے جس سہارے کی ضرورت ہے، مومن ہونے کی حیثیت سے تمہارا مقام یہ ہے کہ وہ سہارا تم بنو۔

اس آیت میں عدل وانصاف کی تاکید اور اس کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے ان کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عدل وانصاف قائم کرنے اور حق کے مطابق گواہی دینے کی تاکید فرما رہا ہے چاہے اس کی وجہ سے انہیں یا ان کے والدین اور رشتہ داروں کو نقصان ہی اٹھانا پڑے۔ اسی طرح خواہشات نفس، عصبیت یا بغض تمہیں انصاف کرنے سے نہ روک دے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ (المائدہ:8)۔

شہادت یعنی گواہی میں ہیر پھیر نہ کرو۔ اسی طرح گواہی کو مت چھپاؤ۔ قیام عدل میں تم ایک دوسرے کے معاون اور دست بازو بنو۔ صرف اللہ کی رضا تمہارے پیش نظر ہو، کیونکہ اس صورت میں تم تحریف، تبدیل اور کتمان سے گریز کرو گے اور تمہارا فیصلہ عدل کی میزان میں پورا اترے گا۔ عدل وانصاف کی زد اگر تم پر یا تمہارے والدین پر یا دیگر قریبی رشتے داروں پر بھی پڑے تب بھی تم پرواہ مت کرو اور اپنی اور ان کی رعایت کے مقابلے میں عدل کے تقاضوں کو اہمیت دو۔ عدل وانصاف میں امیر غریب کا فرق بھی مت کرو۔ فیصلے میں خواہش نفس، عصبیت اور دشمنی آڑے نہیں آنی چاہئے۔ بلکہ ان کو نظر انداز کر کے بے لاگ عدل کرو۔ عدل وانصاف کا یہ اہتمام جس معاشرے میں ہو گا، وہاں امن وسکون اور اللہ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو گا۔

ایمان کی تکمیل مکمل اطاعت میں مضمر ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۔ (النساء۔136)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی گئی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے انکار کرے تو وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

O you who have faith! Believe in Allah, His Messenger, the Book He has revealed to His Messenger, and the Scriptures He revealed before. Indeed, whoever denies

Allah, His angels, His Books, His messengers, and the Last Day has clearly gone far astray. (4:136)

ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ ایمان میں پورے پورے داخل ہو جائیں۔

ایمان لانے کے دو مطلب

ایمان لانے والوں سے کہنا کہ ایمان لاؤ بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دراصل یہاں لفظ ایمان دو الگ معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ایمان لانے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آدمی انکار کے بجائے اقرار کی راہ اختیار کرے، نہ ماننے والوں سے الگ ہو کر ماننے والوں میں شامل ہو جائے۔

ایمان لانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو مانے اسے سچے دل سے مانے۔ پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ مانے۔ اپنی فکر کو، اپنی پسند کو، اپنے رویے اور چلن کو، اپنی سعی وجہد کے مصرف کو، اپنے کردار کو بالکل اس عقیدے کے مطابق بنالے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔ آیت میں خطاب ان تمام مسلمانوں سے ہے جو پہلے معنی کے لحاظ سے "ماننے والوں" میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ان سے مطالبہ یہ کیا گیا ہے کہ دوسرے معنی کے لحاظ سے بھی سچے مومن بنیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سورۃ الفاتحہ میں ہدایت یافتہ لوگوں کو دعا سکھلائی گئی: اھدنا الصراط المستقیم۔ اس سے مراد ہدایت پر ثابت قدمی کی دعا ہے۔ ہدایت والوں کو ہدایت کی طلب کرنے کا حکم دینا ایسے ہی ہے جیسے اس آیت میں ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دینا ہے۔ مراد دونوں جگہ ثابت قدمی اور استمرار ہے اور ایسے اعمال پر ہمیشگی کرنا جو اس مقصد کے حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔

دوسری جگہ اللہ رب العزت نے اپنے ایمان دار بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ دعا کریں: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ یعنی اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما تو بہت بڑا دینے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ (آل عمران:8)

ایمان کوئی مذاق نہیں کہ جب چاہا مان لیا جب چاہا انکار کر دیا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا۔ (النساء۔137)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر (ایمان کا) انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر انکار میں بڑھتے رہے تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں راہ ہدایت دکھائے گا۔

Faith is not a Joke

As for those who believe, then reject the faith, then believe again, then reject the faith again and become increasingly defiant, God will not forgive them, nor will He guide them on any path. (4:137)

This Verse refers to those for whom religion or faith is no more than a joke or entertainment, a toy with which they like to play as long as it suits their needs and desires.

اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لیے دین محض ایک غیر سنجیدہ تفریح ہے۔ ایک کھلونا ہے جس سے وہ اپنے تخیلات یا اپنی خواہشات کے مطابق کھیلتے رہتے ہیں۔ جب چاہا مسلمان ہو گئے اور جب چاہا اسلام چھوڑ دیا۔ جب فائدہ مسلمان بن جانے میں نظر آیا، مسلمان بن گئے اور جب فائدہ دوسری طرف نظر آیا تو بلا تکلف اسی طرف چلے گئے۔ ایسے لوگوں کا دین و مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، یہ محض مفاد پرستوں کا ٹولہ ہوتا ہے۔ جہاں چار ٹکے کا فائدہ نظر آیا اس طرف چلے گئے۔ ہر زمانہ کے منافقین کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو فائدے حاصل کیے جا سکتے ہیں ان کو یہ اپنے زبانی اقرار اور دائرہ اسلام میں برائے نام شمولیت کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جو فائدے دوسری طرف حاصل ہونے ممکن ہیں ان کی خاطر یہ دشمنان اسلام سے جا ملتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے پاس نہ مغفرت ہے نہ ہدایت۔ اور یہ جو فرمایا کہ "پھر اپنے انکار میں بڑھتے چلے گئے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اسلام دشمنی میں اس قدر آگے چلا جائے کہ محض اسلام سے انکار پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرے، اسلام کے خلاف خفیہ سازشیں اور علانیہ تدبیریں شروع کر دے، اور اپنی زندگی کا مقصد اسلام دشمنی بنا لے، ایسے شخص کا اخروی وبال اس شخص سے زیادہ ہے جو محض منکر ہو۔

صحبت بد سے بچو

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۔(النساء۔140)

اور اللہ نے تم پر قرآن میں حکم اتارا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تمہارا شمار بھی انہیں میں ہوگا۔

He has already revealed to you in the Book that when you hear Allah's revelations being denied or ridiculed, then do not sit in that company unless they engage in a different topic or you will be like them....(4:140)

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ۔ یعنی اگر تم ایسی مجلسوں میں جہاں آیات الٰہی یعنی دین کا مذاق اڑایا جاتا ہو بیٹھو گے اور اس پر نکیر نہیں کرو گے تو پھر تم بھی گناہ میں ان کے برابر کے شریک ہو گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا، جن میں اللہ اور رسول ؐ کے احکام کا قولاً یا عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو جیسے آجکل کے امراء، فیشن ایبل اور ایلیٹ کلاس حلقوں میں بالعموم ایسا ہوتا ہے تو ایسی گستاخانہ گفتگو میں شریک رہنا سخت گناہ ہے۔ امام ابو بکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس مجلس میں کوئی گناہ ہو رہا ہو تو مسلمان پر نہی عن المنکر کے ضابطہ سے یہ لازم ہے کہ اگر اس کو منع کرنے کی قدرت نہیں ہے تو کم از کم اس گناہ میں شریک نہ ہو جس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ اس مجلس سے اٹھ جائے۔

پانچویں پارے کا آخری رکوع: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔۔۔ (النساء-142)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

منافقین کی بد اعمالیاں اور ان کا انجام، منافق کی نماز، ایمان میں تذبذب اور کنفیوژن، ہدایت سے محرومی کا مطلب، توبہ، اصلاح، دین پر استقامت، اخلاص، اگر ایمان اور شکر پیدا کرو تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

منافقین کی بد اعمالیاں اور انجام

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (النساء-142)

یہ منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ انہیں (اپنے ہی) دھوکے کی سزا دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ (محض) لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

Surely the hypocrites seek to deceive Allah, but He outwits them. When they stand up for prayer, they do it half-heartedly only to be seen by people—hardly remembering Allah at all. (4:142)

In the time of the Prophet (PBUH) no one, unless he prayed regularly, could be reckoned as belonging to the Islamic community. Any disciplined organisations consider the absence of any member from their meetings, without a valid excuse, a sign of lack of interest, and that in the event of continued absence, they cancel his membership. The early Muslim community did the same with those who absented themselves from congregational Prayers. In those days a person's absence from congregational Prayers was considered a clear indication of his indifference towards Islam: if he absented himself from them repeatedly, he was no longer held to be a Muslim. In those days, therefore, even the worst hypocrites had to attend the five daily Prayers in the mosque. What distinguished a true believer from the hypocrite was that the former came to the mosque with devotion and eagerness, performed his Prayer, and did not rush out of the mosque as soon as the Prayer was over. In short, everything about him indicated that his heart was in the Prayer. Whereas the call to the Prayer for the hypocrite seemed like the announcement of an unavoidable calamity. When such a person set off for the mosque, he walked as if he were dragging the entire weight of his being. No wonder, then, that as soon as the Prayer was over, he escaped like a prisoner released from jail. His entire

demeanour testified that the remembrance of God was not in is heart.

ابتدائے اسلام میں میں کسی شخص کے مسلمان ہونے کی یہ علامت سمجھی جاتی تھی کہ وہ باجماعت نماز میں حاضر ہوتا تھا۔ دور نبویؐ میں کسی شخص کا نماز باجماعت سے غیر حاضر رہنا اس بات کی صریح دلیل سمجھا جاتا تھا کہ وہ شخص اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، اور اگر وہ مسلسل چند مرتبہ جماعت سے غیر حاضر رہتا تو یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بنا پر سخت سے سخت منافقوں کو بھی اس زمانہ میں پانچوں وقت مسجد کی حاضری ضرور دینی پڑتی تھی، کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمانوں کی جماعت میں شمار کیے ہی نہ جاسکتے تھے۔ البتہ جو چیز ان کو سچے اہل ایمان سے ممیز کرتی تھی وہ یہ تھی کہ سچے مومن ذوق و شوق سے آتے تھے، وقت سے پہلے مسجدوں میں پہنچ جاتے تھے، نماز سے فارغ ہو کر بھی مسجدوں میں ٹھیرے رہتے تھے، اور ان کی ایک ایک حرکت سے ظاہر ہوتا تھا کہ نماز سے ان کو حقیقی دلچسپی ہے۔ بخلاف منافقین کے کہ وہ اذان کی آواز سن کر ان کی جان پر بن جاتی تھی، دل پر جبر کر کے اٹھتے تھے، ان کے آنے کا انداز صاف عکاسی کرتا تھا کہ وہ مجبوراً آرہے ہیں، جماعت ختم ہوتے ہی فوراً مسجد سے نکلنے کی فکر میں رہتے جیسے قیدیوں کو رہائی ملی ہے، اور ان کی تمام حرکات وسکنات سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کو اللہ کے ذکر سے کوئی شوق اور رغبت نہیں ہے۔ اس وجہ سے ایسی سستی والی نماز کو احادیث میں منافقوں کی نماز بھی کہا گیا۔

منافق کی نماز

نماز اسلام کا اہم ترین رکن اور فرض ہے اور اس میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کرنا نفاق کی علامت ہے کیونکہ منافق کا دل ایمان، خشیت الٰہی اور خلوص سے محروم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ عشاء اور فجر کی نماز بطور خاص منافقین پر بہت بھاری ہوتی تھیں۔

حدیث: حدیث کے اندر آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے زیادہ بھاری ہے۔ منافق اللہ کا ذکر برائے نام کرتا ہے۔ اسی طرح نماز جلدی اور مختصر پڑھتا ہے۔ جب نماز اخلاص، خشیت الٰہی اور خشوع سے خالی ہو تو یہ منافق جیسی نماز کہلائے گی۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان (طلوع کے قریب) ہو جاتا ہے تو اٹھتا ہے اور چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

ایمان میں تذبذب اور کنفیوژن

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ (النساء۔143)

وہ درمیان میں تذبذب کا شکار ہیں، نہ پورے ان کی طرف اور نہ صحیح طور پر ان کی طرف۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

Confused in Faith

They dangle between the one and the other (faith and disbelief) and belong neither to these nor to those completely. And he whom Allah lets go astray, for him you can find no way. (4:143)

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے تو کلیسا میرے آگے

ہدایت سے محرومی کا مطلب

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ (النساء۔143)

جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

یعنی جس نے قرآن وسنّت سے ہدایت نہ پائی ہو، جس کو سچائی سے منحرف اور باطل پرستی کی طرف راغب دیکھ کر اللہ نے بھی اسی طرف پھیر دیا ہو جس طرف وہ خود پھرنا چاہتا تھا، اور جس کی ضلالت طلبی کی وجہ سے اللہ نے اس پر ہدایت کے دروازے بند اور صرف ضلالت ہی کے راستے کھول دیے ہوں، ایسے شخص کو راہ راست دکھانا درحقیقت کسی انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس معاملہ کو رزق کی مثال سے سمجھیے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ رزق کے تمام خزانے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ جس انسان کو جو کچھ بھی ملتا ہے اللہ ہی کے ہاں سے ملتا ہے۔ مگر اللہ ہر شخص کو رزق اس راستہ سے دیتا ہے جس راستے سے وہ خود مانگتا ہو۔ اگر کوئی شخص اپنا رزق حلال راستہ سے طلب کرے اور اسی کے لیے کوشش بھی کرے تو اللہ اس کے لیے حلال راستوں کو کھول دیتا ہے اور جتنی اس کی نیت صادق ہوتی ہے اسی نسبت سے حرام کے راستے اس کے لیے بند کر دیتا ہے۔

بخلاف اس کے جو شخص حرام خوری پر تلا ہوا ہوتا ہے اور اسی کے لیے سعی کرتا ہے اس کو خدا کے اذن سے حرام ہی کی روٹی ملتی ہے اور پھر یہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ اس کے نصیب میں رزق حلال لکھ دے۔ بالکل اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں فکر و عمل کی تمام راہیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ کوئی شخص کسی راہ پر بھی اللہ کے اذن اور اس کی توفیق کے بغیر نہیں چل سکتا۔ رہا یہ سوال کہ کون کن راستے پر ہوگا؟ تو اس کا انحصار سراسر آدمی کی اپنی طلب اور سعی پر ہے۔ اگر وہ خدا سے لگاؤ رکھتا ہے، سچائی کا طالب ہے، اور خالص نیت سے اللہ کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، تو اللہ اسی کا اذن اسی کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے اور اسی راہ پر چلنے کے اسباب اس کے لیے پیدا فرما دیتا ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص خود گمراہی کو پسند کرتا ہے اور غلط راستوں ہی پر چلنے کی سعی کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے بھی اس کے لیے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہی راہیں اس کے لیے کھول دی جاتی ہیں جن کو اس نے آپ اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ ایسے شخص کو غلط سوچنے، غلط کام کرنے اور غلط راہوں میں اپنی قوتیں صرف کرنے سے بچا لینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنے نصیب کی راہ راست جس نے خود کھو دی اور جس سے اللہ نے اس کو محروم کر دیا، اس کے لیے یہ گم شدہ نعمت کسی کے ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔ (النساء۔143)

توبہ، اصلاح، دین پر استقامت، اخلاص

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔146)

البتہ جو توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دیں، تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور خدا عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔

Except those who repent, mend their ways, hold fast to Allah, and are sincere in their devotion to Allah; they will be with the believers. And Allah will grant the believers a great reward. (4:146)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا۔ (النساء۔147)

اگر ایمان و شکر پیدا کرو تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

Why should Allah punish you if you are grateful and faithful? Allah is ever Appreciative, All-Knowing. (4:147)

Shukr **or Thankfulness denotes an acknowledgement of benefaction and a feeling of gratitude. This verse states if a person does not behave ungratefully towards God, then there is no reason why God should punish him.**

شکر کے اصل معنی اعتراف نعمت یا احسان مندی کے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ کے ساتھ احسان فراموشی اور نمک حرامی کا رویہ اختیار نہ کرو، بلکہ صحیح طور پر اس کے احسان مند بن کر رہو، تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ تمہیں سزا دے۔

ایک محسن کے مقابلہ میں صحیح احسان مندانہ رویہ یہی ہو سکتا ہے کہ آدمی دل سے اس کے احسان کا اعتراف کرے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور عمل سے احسان مندی کا ثبوت دے۔ انہی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام شکر ہے۔

1۔ اولاً آدمی احسان کو اسی کی طرف منسوب کرے جس نے دراصل احسان کیا ہے، کسی دوسرے کے احسان کے شکریہ اور نعمت کے اعتراف میں اس کا حصہ دار نہ بنائے۔

2۔ ثانیاً آدمی کا دل اپنے محسن کے لیے محبت اور وفاداری کے جذبہ سے لبریز ہو اور اس کے ساتھ محبت و اخلاص کا تعلق رکھے۔

3۔ ثالثاً وہ اپنے محسن کا مطیع و فرمانبردار ہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے منشاء کے خلاف استعمال نہ کرے۔

آیت میں لفظ شاکر استعمال ہوا ہے جس کا موزوں ترجمہ قدردان ہے۔ شکر جب اللہ کی طرف سے بندے کی جانب ہو تو اس کے معنی اعتراف خدمت یا قدردانی کے ہوں گے، اور جب بندے کی طرف سے اللہ کی جانب ہو تو اس کو اعتراف نعمت یا احسان مندی کے معنی میں لیا جائے گا۔ اللہ کی طرف سے بندوں کا شکریہ ادا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ناقدر شناس نہیں ہے، جتنی اور جیسی خدمات بھی بندے اس کی راہ میں بجالائیں، اللہ کے ہاں ان کی قدر کی جاتی ہے، کسی کی خدمات صلہ و انعام سے محروم نہیں رہتیں، بلکہ وہ نہایت فیاضی کے ساتھ ہر شخص کو اس کی خدمت سے زیادہ صلہ دیتا ہے۔ بندوں کا حال تو یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے کیا اس کی قدر کم کرتے ہیں اور جو کچھ نہ کیا اس پر گرفت کرنے میں بڑی سختی دکھاتے ہیں۔ لیکن اللہ کا حال یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے نہیں کیا ہے اس پر محاسبہ کرنے میں وہ بہت نرمی اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے، اور جو کچھ کیا ہے اس کی قدر اس کے مرتبے سے بڑھ کر کرتا ہے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ شکر گزاری کا مطلب ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق برائیوں سے اجتناب اور عمل صالح کا اہتمام کرنا۔ یہ گویا اللہ کی نعمتوں کا عملی شکر ہے اور ایمان سے مراد اللہ کی توحید و ربوبیت پر اور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے۔ جو اللہ کا شکر کرے گا، اللہ کی قدر کرے گا، سچے دل سے ایمان لائے گا، وہ وہ اللہ سے بہترین جزاء پائے گا۔

خلاصہ قرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء، اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For Feedback, Comments and Suggestions Please Contact:

Mobile: +44 785 3099 327

Email: hafizmsajjad@gmail.com